تعلیم کی اہمیت

تالیف

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی

ناظم امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف، پٹنہ

ناشر

شعبہ نشرواشاعت امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ، پھلواری شریف پٹنہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	تعلیم کی اہمیت
مؤلف	:	مولانا انیس الرحمٰن قاسمی، ناظم امارت شرعیہ
کمپوزنگ	:	مولانا محمد رضاء اللہ قاسمی
تعداد صفحات	:	۸۸
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
سن اشاعت	:	۲۰۱۲ء
قیمت	:	RS.50.00
ناشر	:	شعبہ نشرواشاعت امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ
طباعت	:	دی پرنٹو اسٹیشنرس، دریاپور، پٹنہ 9386348222

ملنے کا پتہ

مکتبہ امارت شرعیہ، پھلواری شریف پٹنہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحات
۱	پیش لفظ	۴
۲	حرفے چند	۶
۳	علم کی اہمیت	۱۲
۴	قرآن مجید کی تعلیم	۲۱
۵	حدیث نبوی کی تعلیم	۲۸
۶	دینی مدارس	۳۳
۷	مدارس کا نظام تعلیم	۳۹
۸	علماء کا احترام	۴۴
۹	دینی ماحول میں عصری تعلیم	۵۰
۱۰	عورتوں کی تعلیم	۵۵
۱۱	خود کفیل نظام تعلیم	۶۰
۱۲	ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی صورتحال	۶۶
۱۳	بہار کے مسلمانوں کی تعلیمی صورت حال	۷۴
۱۴	تعلیمی صورتحال کے پیش نظر چند مشورے	۷۹
۱۵	تعلیم سے متعلق سرکاری اسکیمیں	۸۱

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلیم کی اہمیت ایسی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہلی وحی میں لفظ ''اقرا'' کے ذریعہ پڑھنے کی ترغیب دی، ارشاد فرمایا:

''**اقراء باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقراء وربک الاکرم، الذی علم بالقلم، علم الانسان مالم یعلم**''. (۱)

پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا، بنایا انسان کو جمے ہوئے لہو سے، پڑھ اور تیرا رب کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم سے سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

تعلیم کی وجہ سے فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہوئے، تعلیم کی روشنی پھیلانے کا بہتر ذریعہ مدارس اسلامیہ ہیں جہاں انسانوں کی تعلیم وتربیت کا بہترین نظم کیا جاتا ہے، مغل سلطنت کے زوال سے پہلے ان مدارس کی تاریخ تابناک تھی، جب مغلیہ سلطنت کا زوال ہوا تو یہ مدارس بھی بند ہوگئے، چنانچہ علماء کرام نے ازسرے نو مدرسوں کی بنیاد رکھی، اور پورے ملک میں مدارس کو پھیلا کر انہوں نے اقامت دین کا فریضہ انجام دیا۔

جب ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل غلبہ ہوگیا تو مسلمانوں کو فتنہ سے بچانے اور ملک کو انگریزوں سے آزاد کرانے کے لیے ان ہی مدارس کے علماء نے ملک کو جہالت سے

(۱) سورۃ العلق: ۱-۵۔

بچانے کے ساتھ ساتھ ملک کو غلامی کے طوق سے نجات دلایا اور ملک کی تعمیر وترقی کے لیے نمایاں خدمات دیں، لیکن افسوس ہے کہ آج ان ہی مدارس کو شکوک وشبہات کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، حالانکہ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے کہ ان مدارس میں حب الوطنی، اور امن وشانتی کا درس دیا جاتا ہے اور ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا کیا جاتا ہے۔ ان مدارس میں پڑھنے والے طلبہ علم واخلاق سے بھی آراستہ ہوتے ہیں، لیکن اس کے باوجود مسلمانوں میں تعلیم کی کمی ہے جس کو دور کرنے کے لیے مدارس اور معیاری درسگاہوں کو قائم کرنا ضروری ہے۔

امارت شرعیہ نے ابتداء تأسیس سے تعلیم کے اوپر توجہ کی ہے اور مکاتب ومدارس کے قیام، ان میں پڑھنے والے طلبہ اور پڑھانے والے اساتذہ کی اہمیت سے امت کو روشناس کرانے کا کام کیا ہے، یہاں تک کہ فنی وتکنیکی تعلیم کے ادارے بھی قائم کئے اور قوم وملت کو اس طرح کے ادارے قائم کرنے کی ترغیب دی۔

زیر نظر کتاب ''تعلیم کی اہمیت'' مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے مرتب کی ہے، وہ اپنی تمام تر مصروفیتوں کے باوجود تعلیم کی فکر کرتے ہیں، موصوف کی یہ کتاب اسی فکر کی ایک کڑی ہے، اس کتاب میں علم کی اہمیت اور تعلیم کے بارے میں ہندوستانی مسلمانوں کی موجودہ صورتحال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

میری خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے، اور اس افادہ کو عام وتام کرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(آمین)

(سید نظام الدین)

امیر شریعت، بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ

۲۸ر نومبر ۲۰۱۲ء، مطابق ۱۳ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

حرفے چند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ اکریم امابعد!

تعلیم ہمارے لیے انتہائی ضروری ہے مگر ہندوستانی مسلمانوں کی عمومی تعلیم کے سلسلے میں مختلف رپورٹوں سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ مسلم طلبہ اور عام مسلمانوں کی خواندگی کی شرح قومی شرح خواندگی سے کم ہے، یہ فرق دیہی علاقوں کے مقابلے میں شہری علاقوں میں زیادہ ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ۶ر سال سے ۱۴ر سال کی درمیانی عمر والے ۲۵ر فیصد مسلم بچے یا تو کبھی اسکول جاتے ہی نہیں اور جاتے ہیں تو درمیان میں ہی تعلیم ترک کردیتے ہیں، یہی حال اعلیٰ تعلیم کا ہے۔ دیگر تمام طبقوں کے مقابلے خاص طور پر شہری علاقوں کے مردوں میں گریجویشن مکمل کرنے کا امکان ایس سی اور ایس ٹی سے بھی کم ہوتا ہے اور جو گریجویٹ ہوتے ہیں ان میں دیگر طبقوں کے مقابلے مسلم طبقے میں بے روزگاری کی شرح زیادہ ہے۔

جہاں تک خواتین کی تعلیم کا تعلق ہے شہری علاقوں میں یہ فرق کافی نمایاں ہے، شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب کے مقابلے مسلم خواتین کی شرح خواندگی کافی کم ہے، اس کی ایک وجہ مسلم علاقوں میں لڑکیوں کے لیے اسکولوں کی عدم موجودگی ہے۔ کالج تو اور بھی کم ہیں۔ اسی لیے مسلمان طلبہ وطالبات ہائر سکنڈری اور کالج کی سطح پر نسبتاً زیادہ نقصان میں ہیں۔

انگریزوں کے غلبے کے بعد انیسوی صدی میں برصغیر ہند کے مسلمان جن سنگین

مسائل سے دوچار ہوئے تھے ان میں دینی مدارس اور تعلیم کے نظام کا خاتمہ بھی تھا۔ اس لیے علماء کے سامنے ایک بڑا مسئلہ دین اور تعلیم دین کی حفاظت وفروغ اور دینی شناخت کی بقاء کا تھا۔ چونکہ پہلے سے جس مدارس میں علماء خدمت انجام دے رہے تھے نظام حکومت بدلنے سے وہ مدارس زوال کے شکار ہوگئے یا انگریزوں نے ان علماء کو قید وبند کی صعوبتیں دے کر مدارس پر روک لگانے کوشش کی، مدارس کی جاگیریں اور اوقاف کو ضبط کر کے ذرائع آمدنی کو مسدود کر دیا جس کی وجہ سے بڑی تعداد میں اس ملک کے مدارس بند ہوگئے۔

ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر، آئی، سی، ایس نیگال نے ۱۸۷۱ء میں ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' کے عنوان سے لکھے مضامین میں مسلمانوں کی تعلیمی صورتحال کے بابت لکھتے ہیں:

''ہم اپنے دور حکومت کے پچھلے ۷۵ رسالوں میں اانتظام ملک کی خاطر اسی طریقہ تعلیم (مسلمانوں کے طرز تعلیم) سے متواتر فائدہ اٹھاتے رہے گو اس دوران ہم نے اپنا طریقہ تعلیم بھی رائج کرنا شروع کر دیا تھا، پھر جونہی ایک نسل اس نئے طریقہ کے ماتحت پیدا ہوگئی ہم نے مسلمانوں کے پرانے طریقہ کو خیر باد کہہ دیا، جس سے مسلمان نوجوان پر ہر قسم کی سرکاری زندگی کا دروازہ بند ہوگیا''۔(۲)

''صوبہ بنگال پر جب ہم نے قبضہ کیا، اس کے بعد۔۔۔۔ہم نے معافیات اور اوقاف پر قبضہ کیا، سینکڑوں پرانے خاندان تباہ وبرباد ہوگئے اور مسلمانوں کا تعلیمی نظام جن کا دورومدار انہی معافیات پر تھا، تہہ وبالا ہوگیا، مسلمانوں کے تعلیمی ادارے اس مسلسل لوٹ کھسوٹ کے بعد یک قلم مٹ گئے''۔(۳)

اس کے بعد علماء نے محسوس کیا کہ مدارس کو عوامی شکل دی جائے اور اسے سرکاری سرپرستی سے الگ رکھا جائے، چنانچہ علماء نے ۱۸۵۷ء کے بعد دینی مدارس قائم کرنے

(۲) ہمارے ہندوستانی مسلمان: ۲۴۷۔
(۳) ہمارے ہندوستانی مسلمان: ۲۵۷۔

کی تحریک شروع کی اور اس کی بنیاد عوامی چندے پر رکھی۔ خاص طور پر حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے ۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند قائم کیا اور دیگر اکابر علماء نے اس تحریک کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا اور اس کے ذریعہ مسلمانوں میں نشأۃ ثانیہ پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ یہ کوشش انیسوی صدی سے لے کر بیسویں صدی تک جاری رہی اور اکیسوی صدی میں بھی یہ تحریک جاری ہے۔

اس مدت میں جو مدرسے قائم کیے گئے اس کے اثرات مسلمانوں میں دوررس ہوئے اور مسلمانوں میں نسل درنسل علم دین سے وابستگی کا علماء کا منصوبہ کامیاب رہا، اس کی وجہ سے انیسوی اور بیسوی صدی میں یہاں کے مسلمان اپنی دینی شناخت کو برقرار رکھنے میں نہ صرف کامیاب ہوئے، بلکہ اس تحریک کو صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ دیگر ملکوں میں بھی پہنچایا جہاں کے مسلمان بے دینی کے شکار ہوگئے تھے اور جہاں کی مسلمان مدارس کی حکومتی سرپرستی کے خاتمہ کے بعد دینی تعلیم کا نظام ختم ہونے سے مشکلات میں مبتلاء ہوگئے تھے۔ علماء نے صرف مدارس ہی قائم نہیں کیے، بلکہ اسی کے ساتھ ان کی ذات مسلسل طور پر علم اور تعلیم کا مرجع بنی رہی، ان کا گھر لوگوں کے لیے تعلیم گاہ کا کام کرنے لگا اور اس تعلیمی تحریک سے اسلامی معاشرہ کے ہر طبقہ نے فیض اٹھایا۔ یہ مدارس درجات کے اعتبار سے چار طرح کے ہیں:

(۱) ابتدائی تعلیم کے مدارس۔ جو مکاتب کے نام سے موسوم ہیں اور یہ عام طور پر مساجد میں چلتے ہیں ان میں ابتدائی دینی تعلیم قرآن مجید ناظرہ اور اخلاقی ودینی باتیں سکھائی جاتی ہیں۔

(۲) ابتدائی مدارس۔ جہاں درجہ اول سے پانچ تک کی تعلیم ہوتی ہے اور اس میں دینیات، قرآن مجید ناظرہ کے علاوہ عام اسکولوں کے مطابق نصاب کی کتاب ہوتی ہیں۔ انہی مدارس میں حفظ قرآن کا الگ سے انتظام ہوتا ہے جہاں طلبہ عام طور پر تین سال میں حفظ قرآن مکمل کرتے ہیں۔

(۳) مدارس اسلامیہ کا تیسرا مرحلہ ثانوی اور اس سے اوپر کی تعلیم کا ہے جس

میں دینی علوم اس حدتک پڑھائے جاتے ہیں کہ امت کی دینی ضرورت پوری کرنے والے افراد تیار ہوں ان میں مفتی ہیں، قاضی ہیں، خطیب وواعظ ہیں، معلم ہیں، داعی ہیں، مصنف ومحقق ہیں، یہ تفسیر قرآن اور فقہ وحدیث سے اتنی واقفیت حاصل کر لیتے ہیں، جن سے بہ آسانی وہ ان ضروریات کو پوری کرسکیں۔

(۴) وہ مدارس جو مختلف سرکاری اداروں بورڈ یا یونیورسٹی سے ملحق ہیں۔ ان مدارس کے نصاب میں عصری علوم وفنون کو اسکولوں کے مساوی داخل کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ یہاں کے فارغین سرکاری اداروں میں ملازمت کے حق دار ہوسکیں۔

ہندوستان میں اس وقت مسلمانوں کی دینی ضرورتیں انہی مدارس سے پوری ہوتی رہی ہیں۔ مدارس ہی سے مساجد کے امام، مکاتب کے معلم، مفتی، قاضی اور دعوت وتبلیغ کے کام کرنے والے افراد ملتے ہیں بلکہ مدارس سے صحافی، اسلامی اسٹیڈیز کے اسکالر دنیاوی کاموں میں بھی یہاں کے افراد ملتے ہیں جیسے سفارت خانے، ریڈیو، برآمدی تجارت، امور خارجہ اور ثقافتی اداروں کے لیے اردو اور عربی کے افراد مدارس ہی سے آتے ہیں بلکہ کمپیوٹر جاننے کی بنیاد پر اردو اور عربی کے کمپوزر بھی ان مدارس سے ملتے ہیں۔ اس تعلیم وتربیت کے نظام کو اور زیادہ مفید بنایا جاسکتا ہے۔ امکانات سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لیے مسلسل مشترکہ غور وفکر کی ضرورت ہے۔ تاکہ ان مدارس کے طلبہ اور اساتذہ کا علمی معیار اور بلند ہو اور مدارس سے ایسے علماء وفقہاء تیار ہوں جو موجودہ دور کے نئے مسائل پر مجتہدانہ نگاہ ڈالیں اور شریعت اسلامی کی ابدیت کو دنیا کے سامنے علمی وعملی طور پر پیش کریں۔ اس سمت میں جو کام ہونا چاہیے، اس میں ابھی بہت کمی ہے۔ اسی طرح ہندوستانی مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے دینی تعلیم کے اس نظام کو اور پھیلائیں اور ان تمام قصبات اور محلوں میں دینی مکاتب کے نظام کو قائم کریں تاکہ وہاں کی نئی نسل دین کی بنیادی تعلیم سے آراستہ ہوں۔

مدارس اسلامیہ کا نظام اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ اس کی آئندہ نسلیں اسلامی

تعلیمات سے آراستہ رہیں، یہ ہندوستان میں مسلمانوں کے اسلامی تشخص کی علامت بن گئے ہیں اس وجہ سے مسلم معاشرہ میں انہیں اعتماد واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور یہی بات فرقہ پرستوں کے لیے ناقابل قبول ہے اسی لیے وہ مدارس پر بے جا الزامات عائد کرتے ہیں جو مسلمانوں کے لیے حددرجہ تشویش کا باعث ہے، باوجودیکہ ابھی تک ان کے الزامات کا کوئی ثبوت نہیں ملا ہے۔ یہ الزامات مسلم جماعت خاص طور پر دینی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کے لیے تباہ کن ہے۔ ان سب کے باوجود ہمارے مدارس کے علماء وطلبہ علم دین کی طلب میں سرگرداں رہتے ہیں اور ان کے عزم وارادہ کو ابھی تک متزلزل نہیں کیا جاسکا ہے۔

مدرسوں کی اس صفت کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بجا طور پر یہی ایک جماعت علم کی سچی پرستار کہی جاسکتی ہے، ان لوگوں کو معلوم ہے کہ انگریزی تعلیم وسیلہ رزق ہے۔ یہ جانتے ہیں کہ انگریزی تعلیم کی ڈگریاں لے کر بڑے بڑے عہدوں اور نوکریوں کے دروازوں میں قدم رکھ سکتے ہیں اور ایک کلرک سے لے کر لارڈ سنہا تک کی نوکری صرف انگریزی تعلیم ہی سے مل سکتی ہے، حتی کہ روٹی بھی اس کے ذریعہ سے مل سکتی، پھر بھی ان کے دلوں میں مخفی مگر طاقت ور جذبہ موجود ہے، جو انگریزی تعلیم کی طرف جانے نہیں دیتا اور اس کسمپرسی میں عربی تعلیم ہی کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دیتے ہیں۔ یہ جذبہ بجز علم پرستی اور رضائے الٰہی کے اور کوئی دنیاوی غرض نہیں رکھتا اور اس کے لیے ہندوستان بھر میں علم کو علم کے لیے پڑھنے والی اگر کوئی جماعت ہے تو وہ عربی مدارس ہی کی جماعت ہوسکتی ہے''۔(۴)

علامہ اقبال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان مکتبوں اور مدرسوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو ان ہی مدرسوں میں پڑھنے دو، کیونکہ اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ اب

(۴) امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ، از خطبات آزاد، مرتب مالک رام۔

جو کچھ ہوگا، میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندوستان کے مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح، جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈر اور الحمراء اور باب الاخوتین کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروں اور اسلامی تہذیب کے اثرات کا کوئی نقش نہیں ملتا۔ ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا''۔(۵)

یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے مدارس اسلامیہ کے قیام کو اہمیت دی مگر اس پر مزید توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ زیر نظر رسالہ تعلیم سے متعلق مضامین کا مجموعہ ہے۔ امید کہ اس سے عوام وخواص اور اساتذہ وائمہ فائدہ اٹھاکر ان عناوین پر پر تقریر کے ذریعہ مسلمانوں میں بیداری لائیں گے، امارت شرعیہ نے مکاتب، مدارس اور عصری وتکنیکی ادارے قائم کرنے اور عوام میں بیداری لانے کی برابر کوشش کی ہے۔ یہ مضامین اسی کوشش کا نتیجہ ہے، اس رسالہ کی ترتیب میں عزیزی مولانا محمد رضاء اللہ قاسمی نے تعاون دیا، مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے پروف پڑھا اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ اللہ جل شانہ اجر جزیل عطا کرے اور عوام وخواص کو اس کتاب سے مستفید ہونے کا موقع دے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ہم سب کو علم کی شمع کو روشن کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے لیے جان ومال کی قربانی دینے کا جذبہ عطا کرے، تاکہ یہ مدارس اور علم کے ادارے نہ صرف قائم رہیں بلکہ انہیں مزید فروغ حاصل ہو (آمین)

(انیس الرحمٰن قاسمی)
ناظم امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ
۱۲/نومبر ۲۰۱۲ء۔ ۲۶/ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ

(۵) بحوالہ مسلم سماج: ذمہ داریاں اور تقاضے، مرتب مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی۔

علم کی اہمیت وضرورت

اہل علم کے مرتبہ کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ والذین اوتوا العلم درجات واللہ بما تعملون خبیر''. (۶)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جو لوگ اہل علم ہیں اللہ ان کے درجات بلند کرتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

اللہ کے نازل کردہ دین ''اسلام'' کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ جل شانہ نے نبوت عطا کی تو سب سے پہلا حکم پڑھنے کا دیا۔ حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امی محض (اَن پڑھ) تھے، اس کے باوجود ایک اَن پڑھ سے پڑھنے کا مطالبہ کیا گیا، تاکہ تمام انسانوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ آخری نبی کے ذریعہ جو وحی الٰہی دنیا کے رشد وہدایت کے لیے آرہی ہے وہ ایسی بات نہ ہوگی جو صرف زبانوں سے بولی جائے گی اور کانوں سے سنی جائے گی بلکہ وہ کتاب ہوگی جو لکھی جائے گی، قرآن ہوگا، جو پڑھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اقراء باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقراء وربک الاکرم، الذی علم بالقلم، علم الانسان مالم یعلم''. (۷)

پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا، بنایا انسان کو جمے ہوئے

(۶) سورۃ المجادلۃ: ۱۱۔
(۷) سورۃ العلق: ۱-۵۔

لہو سے، پڑھ اور تیرا رب کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم سے سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

ان پانچ چھوٹی چھوٹی آیتوں میں براہ راست علم کی تاکید کی گئی ہے۔ تین مرتبہ علم کا، دو مرتبہ پڑھنے کا اور ایک مرتبہ لکھنے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دو مرتبہ اللہ کی صفت تخلیق کا اور ایک بار صفت ''کرم'' کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

بلاشبہ انسانی تخلیق ایک بڑی نعمت ہے، مگر اس نعمت میں انسان کے علاوہ دیگر تمام مخلوقات بھی شامل ہیں۔ علم ایک ایسی نعمت ہے جو انسان کو دیگر مخلوقات پر نہ صرف فضیلت عطا کرتی ہے بلکہ اسے فرشتوں کا مسجود بناتی ہے، علم قلم کی طاقت سے مدون ہوتا ہے جسے ہر آدمی جب چاہے حاصل کرسکتا ہے۔ قرآن نے صرف یہی نہیں کیا کہ نعمت علم کو نعمت تخلیق پر مقدم کیا، بلکہ حقیقی علم کو مصنوعی وفرضی علم سے بھی الگ کرکے اس کی اہمیت بتائی۔

آپ غور کریں کہ ''**اقراء باسم ربک**'' میں علم سیکھنے اور پڑھنے کو رب کے نام کی طرف منسوب کیا گیا تاکہ معلوم ہوجائے کہ علم کی نعمت ازحد کرم والے پروردگار کی طرف سے ہے، جو واقعی ایک ظلوم وجہول انسان پر بڑا کرم ہے۔ رب اکرم کی طرف نسبت کرکے علم کی عظمت کے ساتھ یہ بھی واضح کردیا کہ قلم وتحریر کے ذریعہ انسان کے علم کو جو وسعت بخشی گئی ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ''**علم الانسان مالم یعلم**''، یعنی انسان کو وہ سب سیکھنے کی قدرت دی جو وہ نہیں جانتا۔

اسی وجہ سے اللہ جل شانہ نے انسان کو نہ صرف خلیفۃ الارض بنایا بلکہ فرشتوں کا مسجود بھی بنایا تاکہ یہ معصوم ونورانی مخلوق پوری طرح سمجھ لے کہ انسان فرشتوں سے افضل ہے اور اس افضلیت کی وجہ علم ہے، جو انسان کو حاصل ہے اور فرشتے اس سے محروم ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

''**وعلم آدم الاسماء کلها ثم عرضهم علی الملئکة فقال انبئونی باسماء هولاء ان کنتم صدقین**''. (۸)

اور سکھلا دیئے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے، پھر سامنے کیا ان سب چیزوں کو فرشتوں کے، پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام ان کے، اگر تم سچے ہو۔

فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق پر یہ احساس ہوا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح پیدا کیا ہے، ان کے اندر نیکی اور بدی دونوں طرح کی صفات ہیں، جس کا اظہار انہوں نے اللہ جل شانہ سے اس طرح کیا ہے:

''**اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفک الدمآء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک**''. (۹)

کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اس کو جو فساد کرے اس میں اور خون بہائے اور ہم پڑھتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی وجود اور صفات میں جو خوبیاں رکھی تھیں فرشتے اس سے ناواقف تھے، اس لیے اللہ جل شانہ نے انسان کے صفت علم کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا جس کے بعد فرشتوں کو یہ معلوم ہوا کہ زمین کی خلافت کے لیے علم شرط ہے اور خدائے علیم وحکیم نے آدم علیہ السلام کو زمین کی خلافت کے ساتھ علم وحکمت بھی عطا کی ہے جس سے فرشتے محروم ہیں۔ چنانچہ اس کا اعتراف فرشتوں نے اس طرح کیا:

''**قالوا سبحٰنک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم**''. (۱۰)

بولے پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہم کو سکھایا، بیشک تو ہی اصل

(۸) سورۃ البقرہ:۳۱۔
(۹) سورۃ البقرہ:۳۰۔
(۱۰) سورۃ البقرہ:۳۲۔

جاننے والا حکمت والا ہے۔

اللہ نے مزید فرمایا کہ انسانی وجود میں جو خوبیاں رکھی گئی ہیں فرشتے ان سب کو نہیں جان سکتے، ان کو تو صرف میں ہی جانتا ہوں:

"**قال انی اعلم ما لاتعلمون**". (۱۱) بیشک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

غرض یہ کہ اسلام میں علم بنیادی اہمیت رکھتا ہے اور تمام انسانوں کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ وہ اپنے علم میں اضافہ کی کوشش کرتے رہیں اور ساتھ ہی اضافۂ علم کی دعا بھی کرتے رہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ کا یہ حکم تھا کہ اپنے لئے زیادتی علم کی دعا کرتے رہیں:

"**قل رب زدنی علما**". (۱۲) اے پروردگار میری علم ودانش میں اضافہ فرما۔

اضافۂ علم کی دعا کرنے ساتھ ساتھ ایسے علم سے پناہ بھی مانگتے تھے جو غیر نفع بخش ہو، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مناجات یہ بھی تھی:

اے اللہ اس علم سے تیری پناہ جو نفع نہ پہنچائے، اس دعا سے تیری پناہ جو قبول نہ ہو، اس دل سے تیری پناہ جو نرم نہ ہو، اس نفس سے تیری پناہ جو سیر نہ ہو، اے خدا ان چاروں سے تیری پناہ۔ (۱۳)

علم کی تحصیل میں جدوجہد، صبر واستقامت اور اس سے نہ تھکنا طالب علم کی شان ہونی چاہئے اور اپنے علم کو مفید بنانا، خود فائدہ اٹھانا اور دوسروں کو فائدہ پہنچانا عالم کی صفت ہونی چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"**نعم الرجل الفقیه ان احتیج الیه نفع، وان استغنی عنه**

(۱۱) سورۃ البقرہ: ۳۰۔

(۱۲) سورۃ طہ: ۱۱۴۔

(۱۳) ترمذی، نسائی، جمع الفوائد ادعیۃ غیر موقتۃ وفیھا الاستعاذۃ: ۱۵۶۳

اغنیٰ نفسه". (۱۴)

وہ فقیہ بہتر ہے جس کے پاس جب کوئی تعلیمی ضرورت سے جائے تو وہ اسے فائدہ پہونچائے اور جب اس سے لوگ کنارہ کشی اختیار کرے تو اپنے آپ کو علاحدہ رکھے۔

اگر علم میں اضافہ کا خیال نہ ہو تو یہ علم کا نقص ہے۔ مزید علم کی خواہش نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھا رہا ہے۔ اپنے علم کو مفید بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسروں کو بھی علم سکھائے، اس لیے کہ علم کا حصول سب کے لیے ضروری ہے۔ چاہے مرد ہو یا عورت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو دعا دی ہے جو خود علم سیکھتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں:

اللہ اس شخص کو سرخرو کرے جس نے ہم سے کوئی بات سنی، یاد رکھی اور دوسروں کو پہنچادی۔ (۱۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا ہے:

دیکھو جو حاضر ہیں، غیر حاضروں کو یہ سب پہنچادیں، کیا عجب جنہیں پہنچاؤ گے وہ زیادہ سمجھنے والے ہوں۔ (۱۶)

اس وقت یہ زیادہ ضروری ہے کہ جو لوگ علم رکھتے ہیں وہ ان لوگوں، مردوں، عورتوں اور لڑکے ولڑکیوں کی بنیادی تعلیم کی فکر کریں، جو بے علمی کی وجہ سے نہ صرف جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں، بلکہ ارتداد کے کنارے کھڑے ہیں۔ لہٰذا اس وقت ایسے مکاتب کے قیام کی خصوصی ضرورت ہے جو ہر محلّہ اور قصبہ میں ہوں اور جہاں مسلمانوں کو دین کے مبادیات سے واقف کرایا جائے، اور ان کے بچوں کو ابتدائی دینی تعلیم دی جائے تاکہ وہ حلال وحرام سے واقف ہوسکیں اور کفر وایمان اور توحید وشرک میں امتیاز کرسکیں۔ خاص طور پر اس کے لیے مساجد کو مرکز بنایا جائے تاکہ یہ مساجد صحیح معنوں میں ہماری

(۱۴) رزین، جمع الفوائد کتاب العلم وفضلہ والحث علیہ: ۵۰۔

(۱۵) ابن ماجہ مقدمہ۔

(۱۶) بخاری باب الخطبۃ ایام منیٰ۔

دینی زندگی کا مرکز بن سکیں اورائمہ وعلماء ان مراکز سے امت کی رہنمائی اور ہدایت کا فریضہ انجام دے سکیں۔اگر ایسا نہیں کریں گے تو یہ امت اور پستی میں جائے گی۔

آج صورت حال یہ ہے کہ مسلمان علم کے معاملہ میں دوسری قوموں سے پیچھے ہیں۔ یہاں تک کہ جس قرآن کو سیکھنا فرض قرار دیا گیا ہے، اگر آپ اپنے گھروں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ چند فیصد افراد ہی قرآن صحیح پڑھتے ہیں، باقی اکثر ایسے ہیں جو قرآن پڑھنا یا تو جانتے ہی نہیں ہیں اور اگر جانتے بھی ہیں تو صحیح تلفظ کے ساتھ نہیں پڑھتے۔اس لیے قرآن سیکھنے اور سیکھانے پر خاص توجہ دی جائے۔محلوں اور گھروں میں اس کا اہتمام وانتظام ہو اور جو لڑکے،لڑکیاں اسکول وکالج میں پڑھتے ہیں،ان کے لیے گرمی کے موسم اور دیگر تعطیلات میں قرآن اور عربی زبان کی تعلیم کے خصوصی کلاس بنائیں تاکہ وہ قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے والے بن سکیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ امت ایمان باللہ اور علم بالکتاب سے تشکیل پائی اور پروان چڑھی ہے۔اور یہ دونوں صفتیں انسان کے اندر تمام اجزاء بدن کو روشن کرتی ہیں،اگر یہ دونوں موجود ہوں تو امت اپنی ترقی کی راہ نہ صرف پالے گی بلکہ ذلت وپستی سے نکل کر حقیقی ترقی حاصل کرے گی اور منزل مقصود تک پہنچے گی۔ایمان کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

"وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین".(۱۷)

تم ہی سربلند رہوگے اگر تم مومن ہو۔

ایمان اور علم دونوں صفت رکھنے والوں کو ترقی کی بشارت دیتے ہوئے اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

"یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین أوتواالعلم درجٰت واللہ بماتعملون خبیر".(۱۸)

(۱۷) سورۃ آل عمران:۱۳۹۔

(۱۸) سورۃ المجادلۃ:۱۱۔

جولوگ تم میں سے ایمان لائے اور جولوگ اہل علم ہیں اللہ ان کے مرتبے بلند کرتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

اللہ رب العزت نے ایمان والوں کو دنیا اور آخرت کی ترقی کے یہ دو زریں اصول دیئے اور جب تک مسلمان ایمان اور علم کے علم بردار رہے، دنیا کی امامت کے حق دار رہے اور جب ان کا دامن ان دونوں سے خالی ہوا، ذلت وخواری سامنے آئی۔علم کی اسی اہمیت کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حاصل کرنے کو فرض قرار دیا ہے:

"طلب العلم فریضة عل کل مسلم".(۱۹)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے۔

اس لیے اگر کوئی اپنا فرض انجام نہ دے اور خود علم حاصل نہ کرے یا بچوں کو تعلیم سے محروم کرے تو یقیناً یہ ایسا گناہ ہے، جس پر آخرت میں مواخذہ ہوگا اور سزا دی دی جائے گی اور جو لوگ فرض کو ادا کرتے ہیں وہ نہ صرف اس دنیا میں ترقی کرتے ہیں اور اللہ کی حفاظت میں رہتے ہیں بلکہ جنت میں جگہ پائیں گے اور جب تک اس دنیا میں رہیں گے تو دنیا کی تمام مخلوقات اور ہر شئ ان کے لیے رحمت ومغفرت کی دعا کرتی رہے گی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے راہ طے کرتا ہے اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کردیتے ہیں فرشتے اس علم کو طلب کرنے والے کے لیے پر بچھاتے ہیں۔عالم کے لیے آسمان وزمین کی ہر چیز مغفرت طلب کرتی ہے یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی۔ عالم کی فضیلت عبادت گزار پر ایسی ہے جیسے چاند کی فضیلت دوسرے ستاروں پر۔ علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ بیشک انبیاء درہم ودینار کی وراثت نہیں چھوڑتے بلکہ وہ علم کا وارث بناتے ہیں جس نے علم حاصل کیا اس نے پورا حصہ حاصل کرلیا۔(۲۰)

(۱۹) کبیر،اوسط،جمع الفوائد:۵۳۔

(۲۰) ترمذی ابواب العلم۔

اپنی اولادوں کو بچپن میں اسلامی علوم کی بنیادی تعلیم دینا چاہیے کیوں کہ بچپن کی تعلیم ذہن ودماغ پر ہمیشہ رہتا ہے۔حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"مثل الذی تعلم العلم فی صغرہ کالنقش علی الحجر ومثل الذی تعلم العلم فی کبرہ کالذٰ یکتب علی الماء". (۲۱)

بچپن کا علم پتھر پر لکھے کتبہ کی طرح ہے اور بڑا ہونے کے بعد کا علم پانی پر لکھنے کے برابر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ بتاتی ہے کہ علم کہیں بھی ملے چاہے وہ مسلمان کے پاس ہو، یا غیر مسلم کے پاس اسے حاصل کرنا ہمارے دین کا تقاضہ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مشرک قیدیوں سے مسلمان بچوں کو لکھنا، پڑھنا سکھلایا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"کلمة الحکمة ضالة المؤمن فحیث وجدها فهو احق بها". (۲۲)

دانائی کی بات مؤمن کی گمشدہ سامان ہے وہ جہاں اسے پائے اس کو حاصل کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔

البتہ موجودہ دور میں علم کے عصری درسگاہوں میں اخلاقی ودینی بے راہ روی کی تعلیم کا جو رواج ہے وہ انتہائی مضر ہے اس لیے اس سے بچنا ضروری ہے۔

بہرحال مسلمانوں کو چاہئے کہ علم دین ودنیا دونوں کو حاصل کریں اور اپنے لڑکے ولڑکیوں کو تعلیم واخلاق کے زیور سے آراستہ کریں۔اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ابتدائی تعلیم کے ساتھ ساتھ اعلیٰ تعلیم کے حصول کی وہ کوشش کریں تاکہ انہیں ہر طرح کی ترقی حاصل ہو اور وہ پستی سے نکل کر اونچائی کی طرف جائیں۔یہ یاد رکھنا چاہئے کہ

(۲۱) کبیر بضعف، جمع الفوائد: ۵۹۔
(۲۲) ترمذی ابواب العلم۔

علم ہی انسان کو مرتبہ دلاتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ علم والے اور بے علم والے برابر نہیں ہوسکتے ہیں لیکن یہ علم ہدایت ربانی کا علم ہے، اس لئے سب سے پہلے اہمیت کے ساتھ بقدر ضرورت ربانی علم کو حاصل کرنا چاہیے اس کے بعد دوسرے علوم میں وقت لگانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو ایمان اور علم سے مزین کرے اور توفیق دے کہ اپنے بچے اور بچیوں کو اعلیٰ تعلیم وتربیت سے آراستہ کریں۔(آمین)

قرآن مجید کی تعلیم

انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کے لئے اللہ جل شانہ نے قرآن کریم نازل کیا، یہ ایسی لازوال کتاب ہے جو علوم ومعانی کا سمندر ہے، اس پر جس قدر بھی غور کیا جائے، نئی نئی تحقیقات سامنے آتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

"ان هذاالقرآن يهدى للتى هى اقوم ويبشر المؤمنين الذين يعملون الصلحت ان لهم اجرا كبيرا". (۲۳)

بلاشبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت دیتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دیتا ہے کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی اس خوبی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کتاب عظیم میں تم سے پہلی امتوں کے واقعات ہیں اور اس میں بیان کر دیا گیا ہے کہ تمہارے بعد کیا پیش آنے والا ہے، یہ دوٹوک اور ٹھوس حقائق پر مبنی کلام کا مجموعہ ہے:

"كتاب الله فيه نبأ ما قبلكم وخبر ما بعدكم". (۲۴)

اللہ کی اس کتاب میں پہلی امتوں کے واقعات اور آئندہ پیش آمدہ خبریں ہیں۔

یہ حکمت ودانائی سے پر ہے، جو کوئی اسے پڑھتا ہے، اسے صحیح علم حاصل ہوتا ہے اور ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ اسے پڑھنے سے نہ دل اکتاتا ہے، نہ زبان تھکتی ہے۔ اسے جو شخص جتنی بار مطالعہ کرے گا اور سمجھ کر تلاوت کرے گا، وہ ہر بار ایک نئی وجدانی کیفیت سے سرفراز ہوگا۔

(۲۳) سورۃ بنی اسرائیل: ۹۔
(۲۴) ترمذی باب ماجاء فی فضل القرآن۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے بارے میں فرمایا ہے:

"ولا يخلق عن كثرة الرد ولا تنقضى عجائبه". (۲۵)

بار بار دھرانے سے پرانا نہیں ہوتا ہے اور نہ اس کے عجائبات ختم ہوتے ہیں۔

قرآن کریم حسن معنی کے ساتھ فصاحت وبلاغت کا بھی شاہکار ہے۔ کم سے کم الفاظ میں علوم کے سمندر کو سمیٹنا قرآن کریم ہی کا اعجاز ہے اور حقیقت یہی ہے کہ یہ ہر اعتبار سے لاریب فیہ ہے۔ اس کے اعجاز کا مشہور عام پہلو یہ ہے کہ وہ اپنی نظیر آپ ہے، اس جیسا فصیح وبلیغ عبرت ونصیحت سے بھرپور اور حکمت ودانائی سے پر کلام پیش کرنے سے یہ دنیا پہلے بھی عاجز رہی ہے اور آئندہ بھی عاجز رہے گی، اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

"قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان ياتو ابمثل هذاا لقرآن لاياتو ن بمثله ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا". (۲۶)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب بھی ایسا نہ لاسکیں گے۔ اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جاویں۔

اللہ جل شانہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کسی سے یہ بھی نہ ہو سکے تو قرآن جیسی دس سورتیں تیار کر کے لائے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو کم از کم ایک سورہ ہی اس طرح کی وضع کر کے دکھلائے۔

"وان كنتم فى ريب مما نزلنا على عبدنا فاتوابسورةمن مثله وادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صادقين". (۲۷)

اور اگر تم کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے

(۲۵) ترمذی باب ماجاء فی فضل القرآن۔
(۲۶) سورۃ بنی اسرائیل: ۸۸۔
(۲۷) سورۃ البقرہ: ۲۳۔

بندہ پر تو پھر تم بنالاؤ ایک محدود ٹکرا، جو اس کا ہم پلا ہو اور بلالو اپنے ان حمایتوں کو جو خدا سے الگ (تجویز کر رکھے ہیں) اگر تم سچے ہو۔

اس طرح قرآن نے کفار و مشرکین کو چیلنج کیا کہ اگر تم کو اس کی صداقت پر ذرا سا بھی شبہ ہے تو اس جیسا دوسرا قرآن لاؤ، اگر ایسا نہیں کر سکتے تو دس سورتیں لے آؤ، اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو ایک سورت ہی بنا کر دکھلاؤ، اور قرآن کریم نے یہ بھی پیشن گوئی کر دی کہ تم قیامت تک ایک آیت بھی وضع نہیں کر سکتے۔

قرآن کریم جب نازل ہو رہا تھا اس کے اولین مخاطب وہ عرب تھے جن کی مادری زبان عربی تھی، اسی میں یہ کلام نازل ہوا، وہ کلام کی خوبی اور اس کے حسن کو ایک نظر میں سمجھ لیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ کفار عرب بالخصوص قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سماجی بائیکاٹ کیا تکلیفیں دیں، آپ کو قتل کرنے کی سازشیں کیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کے خلاف جنگ کی، مگر انہیں ہمت نہیں ہوئی کہ وہ اس جیسا کلام لائیں۔ ابوالولید عتبہ بن ربیعہ جو بڑے سردار اور عربی زبان وادب کے ماہر تھے زندگی بھر ایمان نہیں لائے، مگر قرآن سننے کے بعد انہوں نے کہا:

میں نے ایسی بات سنی ہے جو بخدا زندگی میں پہلے نہیں سنی، بخدا نہ تو یہ شعر ہے اور نہ جادو کے بول ہیں اور نہ کسی کاہن کی آواز ہے۔ اے اہل قریش! میری بات نہ مانو اور خود تجربہ کر لو اور ہمارے اور اس شخص کے درمیان میں جو بات ہوئی ہے اس کو نظر انداز کر دو، خود سن کر یا پڑھ کر فیصلہ کرو۔ کیوں کہ میں جو سن کر آ رہا ہوں وہ ایک بہت بڑی انقلابی خبر ہے، جو عرب ارادہ کر رہے ہیں وہ پا گئے تو کوئی دوسرا شخص یہ کام اپنے سر اٹھائے گا اور اگر وہ عربوں پر غالب آئے تو تمہارا ملک اس کا ملک ہو جائے گا اور تمہاری عزت اس کی عزت ہو جائے گی اور تم لوگوں میں سب سے زیادہ خوش حال ہو جاؤ گے۔

لوگوں نے کہا، اے ابوالولید: تم پر اس شخص نے اپنی زبان سے جادو کر دیا ہے، عتبہ نے کہا کہ جو میری رائے تھی وہ میں نے کہہ دی، اب تم جانو تمہارا کام جانے۔

قرآن کا ایک اعجازی پہلو یہ ہے کہ اسے جو سنتا ہے گرویدہ ہو جاتا ہے اور کسی فنی موشگافی کا منتظر نہیں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کے بارے میں فرمایا ہے:

"وانه لتنزيل رب العالمين نزل به الروح الامين، على قلبك لتكون من المنذرين بلسان عربي مبين". (۲۸)

اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے، آپ کے قلب پر، صاف عربی زبان میں، تاکہ آپ منجملہ ڈرانے والوں کے ہو جائیں۔

اس لیے قرآن کو سمجھنے کے لیے عربی زبان سے واقف ہونا ضروری ہے۔ کیوں کہ ایسے لوگوں پر قرآن کے معانی واضح نہیں ہوتے جو علوم عربیہ سے واقف نہ ہوں، البتہ قرآن کو اللہ نے پڑھنا بھی آسان کیا ہے اور سمجھنا بھی، خاص طور پر عربی زبان بولنے والوں کے علاوہ وہ لوگ جو فارسی یا اردو بولتے یا سمجھتے ہیں، ان کے لیے بھی تھوڑی سی کوشش سے قرآن آسان ہو جاتا ہے، کیوں کہ ان دونوں زبان میں قرآن کے ایک تہائی الفاظ شامل ہیں، جن کو وہ پہلے سے سمجھتے یا عام بول چال میں استعمال کرتے ہیں۔ جو شخص قرآن کا علم حاصل کر لیتا ہے حقیقت میں قرآن کے بحر علم میں غوطہ لگاتا ہے، جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔ خود صحابہ کرام اگرچہ وہ عربی زبان کے واقف کار تھے، مگر قرآن کے الفاظ کے سیکھنے کے ساتھ اس کے معانی کو حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے اور عمل کی پوری کوشش کرتے۔ ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ہم سے ان لوگوں نے بیان کیا جو قرآن اہتمام سے پڑھا کرتے تھے جیسے، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرات صحابہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیات پڑھ لیتے تو ان سے آگے نہ بڑھتے یہاں تک کہ وہ ان آیات میں علم و عمل کی تمام باتیں نہ لیتے، ان کا کہنا تھا کہ ہم نے قرآن اور عمل

(۲۸) سورۃ الشعراء: ۱۹۲-۱۹۵۔

دونوں ایک ساتھ سیکھا اور اسی لیے وہ ایک سورہ کو یاد کرنے میں بڑا وقت صرف کرتے۔(۲۹)

قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کے ساتھ اس پر عمل کرنا ضروری ہے، دنیا میں جب تک قرآن کے علم کو عام نہیں کیا جائے گا اور انسانوں کے افکار وخیالات ربانی ہدایات کے تابع نہیں ہوں گے، سماج میں امن وانصاف قائم نہیں ہوسکتا اور نہ انسان کی اخروی زندگی درست ہوسکتی ہے۔اس لیے قرآن کی ہدایت کو نہ صرف مسلمان سمجھیں اور عمل کریں بلکہ سارے انسانوں تک اسے پہنچائیں۔اگر مسلمان تلاوت کا اہتمام کریں اور عمل کے ساتھ اسے عام انسانوں تک پہنچائیں تو یہ قرآن کی صحیح خدمت ہوگی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اللہ سے کہیں گے کہ لوگوں نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا، ارشاد الٰہی ہے:

"**وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا**".(۳۰)

اور رسول کہے گا کہ اے میرے رب میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر رکھا تھا۔

اس لیے ہمیں چاہئے کہ قرآن کو پوری قوت کے ساتھ پکڑیں، آداب ظاہری وباطنی کے ساتھ اس کی تلاوت کریں، قرآن کو یاد کریں اور روزانہ اس کی تلاوت کا اہتمام کریں، جو شخص قرآن کو پڑھے گا، قرآن اس کے لیے سفارش کرے گا اور صاحب قرآن سے قیامت کے روز کہا جائے گا:

قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا بس تیرا رتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہونچے۔(۳۱)

(۲۹) مسند احمد: ۴۱۰/۵۔
(۳۰) سورۃ الفرقان: ۳۰۔
(۳۱) ترمذی باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن مالہ من الاجر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے:

جس شخص نے قرآن پڑھا، پھر اس کو حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانا، حق تعالیٰ شانہ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے خاندان کے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائیں گے، جن کے لیے جہنم واجب ہوچکی ہے۔(۳۲)

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی جو شخص ترتیل کے ساتھ تلاوت کرتا ہے، اس کے لیے اس دنیا میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"**من قرأ حرفا من کتاب اللہ فلہ بہ حسنۃ والحسنۃ بعشر أمثالھا لاأقول: الم حرف، الف حرف، ولام حرف، ومیم حرف**".(۳۳)

جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے لیے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے، میں نہیں کہتا ہوں کہ الم ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔

اولاد کی تعلیم میں سب سے پہلے ضروری ہے کہ ان کو قرآن کی تعلیم دی جائے۔کیوں کہ قرآن کی تعلیم سے بہتر کوئی اور تعلیم نہیں ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"**خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ**".(۳۴)

تم میں بہتر یا افضل وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور اس کو سکھلائے۔

(۳۲) ترمذی باب ماجاء فی فضل قاری القرآن۔
(۳۳) ترمذی باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن مالہ من الاجر۔
(۳۴) ترمذی باب ماجاء فی تعلیم القرآن۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے، اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی، اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو، پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے بارے میں جو خود اس پر عمل کرتا ہو۔(۳۵)

اس لیے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ خود قرآن سیکھے، اپنی اولاد کو سکھائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"ان الذی لیس فی جوفه شیئ من القرآن کالبیت الخرب". (۳۶)

جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

مکاتب و مدارس جہاں قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے اس کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر تلاوت کلام پاک اور اس کا دور نہیں کرتی، مگر ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں۔(۳۷)

اس لیے اس سے بڑی کوئی نیکی نہیں کہ اللہ کے کلام کی تلاوت کی جائے، اس کو سمجھ کر پڑھا جائے اور اس کی ہدایتوں کو عام کیا جائے گھروں اور مساجد میں قرآن کو تجوید کے ساتھ سکھانے بلکہ تفسیر بیان کرنے کا برابر اہتمام کرنا چاہیے، چاہے چند آیتوں ہی کا کیوں نہ ہو، ایسا نہیں کرنے سے قرآن کی تعلیم کو سیکھنے اور عام کرنے میں کوتاہی سمجھی جائے گی اور اللہ کے نزدیک قرآن چھوڑنے پر پکڑ ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

(۳۵) ابوداؤد، جمع الفوائد فضل القرآن وفضل سور وایات مخصوصۃ: ۱۰۶۷

(۳۶) ترمذی باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن مالہ من الاجر۔

(۳۷) مسلم فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر۔

حدیث نبوی کی تعلیم

قرآنی آیات کی تفصیل وتشریح یا امت کی تعلیم وتزکیہ وہدایات کے بارے میں آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا، یا جو عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے امت کو بتایا، اسے حدیث یا سنت کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین وشریعت کے بارے میں جو کچھ فرماتے تھے وہ اللہ کی طرف سے ہوتا تھا، اگرچہ اس کے الفاظ خدا کے نازل کردہ نہیں ہوتے تھے جیسا کہ قرآن کی آیتیں اور الفاظ ہوتے ہیں، مگر وہ احکام خدا ہی کی طرف سے ہوتے تھے، اس لیے حدیث میں وارد احکام کی اتباع واجب ہے۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

"ماآتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنه فانتھوا". (۳۸)

پیغمبر تم کو جو کچھ دے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز آجاؤ۔

دوسری جگہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

"لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة". (۳۹)

تمہارے لئے خدا کے رسول میں اچھی پیروی ہے۔

نیز اللہ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

(۳۸) سورۃ الحشر: ۷۔

(۳۹) سورۃ الاحزاب: ۲۱۔

"وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ". (۴۰)

ہم نے کوئی نبی نہیں بھیجا لیکن اس لیے کہ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

اس لیے اللہ رب العزت نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ پیغام دیا کہ اللہ سے محبت کا دعویٰ میری اطاعت پر منحصر ہے، اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

"ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ". (۴۱)

اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔

احادیث نبویہ کو قرآن میں حکمت کہا گیا ہے:

"یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ." (۴۲)

رسول ان کو اللہ کی آیتیں سناتا، ان کا تزکیہ کرتا اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا۔

حقیقت میں سنت اور حدیث قرآن کریم کی تفصیل اور تشریح ہے اسی لیے امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وہ حکمت ہے جو آپ کے قلب میں اللہ کی طرف سے ڈالی گئی۔

بہر حال اللہ کی اطاعت اور رضا کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کی اسوہ اور سیرت پر چلنا ضروری ہے، جو احادیث میں محفوظ ہے۔ یہ احادیث اس طرح محفوظ ہوئیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے اور آپ جو کچھ ارشاد فرماتے اس کو یاد کر لیتے اور دوسروں تک پہنچا دیتے۔ یہی وہ احادیث ہیں جو آج حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، جس کی حفاظت ہر دور میں علماء ومحدثین نے کی اور اس پر عمل کیا۔ اگر کسی معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل دو طرح سے منقول ہے تو فقہاء ومحدثین نے اس کا صحیح مفہوم واضح کیا اور جن مسائل کے احکام

(۴۰) سورۃ النساء: ۶۴۔
(۴۱) سورۃ آل عمران: ۳۱۔
(۴۲) سورۃ الجمعۃ: ۲۔

منصوص نہیں ملتے ان کا حکم قرآن وحدیث سے مستنبط کر کے نکالا، اسی کو علم فقہ کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ بعد میں آنے والوں میں ایسے عادل لوگ اس علم کو حاصل کریں گے جو اس کو غالی لوگوں کی تحریف وآمیزش اور باطل پرست جھوٹوں کی بہتان بندیوں اور جاہلوں کی تاویلوں سے پاک کرتے رہیں گے۔

چناں چہ یہ وعدہ پورا ہوا اور علماء وفقہاء اور محدثین کی ایک ایسی جماعت اللہ نے پیدا کر دی جنہوں نے اپنی بے مثال اور انتھک کوشش سے احادیث کی تدوین کی۔ اسی طرح فقہاء نے آپ کے بعد نئے مسائل کی تدوین کی اور مشکلات کے حل کے لیے قرآن وحدیث میں غور کر کے حلال وحرام، فرض وواجب، سنن ومستحب امور کو یکجا کر دیا، نئے مسائل کے باضابطہ اصول وقواعد وضع کیے، نئے مسائل کے بارے میں ان کا معمول یہ تھا کہ ہمیشہ اس کے بارے میں قرآنی آیات کے بعد احادیث وسنن کی تلاش اور جستجو کیا کرتے تھے، حدیث نہ ملتی تو اجتہاد سے کام لیتے تھے اور پھر جب حدیث مل جاتی تو اجتہاد کو ترک کر کے حدیث کی طرف رجوع کر لیتے تھے۔ آج ان علماء اور بزرگوں کی محنت سے احادیث اور روایات کے بڑے بڑے ذخیرے جمع ہو گئے ہیں اور پوری قوت سے ان راویوں کی تحقیق وتفتیش کے بعد حدیث کی کتابیں مدون ہو گئیں ہیں اس لیے اب سنت کی اتباع قیامت تک کے لیے آسان اور محفوظ ہو گئی ہے اور یہی اس دین کی خصوصیت ہے۔ اس لیے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقوں کو چھوڑ کر کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرے گا، وہ راہ راست سے دور ہو جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین." (۴۳)

تم میری سنت وطریقہ اور خلفاء راشدین ومہدیین کی سنت وطریقہ کو لازم پکڑو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف غلط بات کی نسبت کرنے سے بھی منع فرمایا ہے:

(۴۳) ابن ماجہ باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین۔

"من تعمدعلی کذبافلیتبوأ مقعده من النار". (۴۴)

جوشخص میرے اوپر جان بوجھ کرجھوٹ منسوب کرے تواس کواپناٹھکانا جہنم بنالیناچاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایاہے:

"من یقل علی مالم أقل فلیتبوأ مقعده من النار". (۴۵)

جوشخص میرے بارے میں ایسی بات کہے جس کو میں نے نہیں کہاہے تواس کواپناٹھکانا جہنم میں بنالیناچاہیے۔

اس لیے احادیث کی نقل میں غیرمعمولی احتیاط کیا گیااورایک ایک روایت کے راویوں کی چھان بین میں محدثین نے اپنی پوری زندگی گزاردی۔نتیجہ میں راویوں کے حالات میں آج جرح وتعدیل کی اہم کتابیں جیسے میزان الاعتدال، الجرح والتعدیل، التقریب والتہذیب وغیرہ میں محفوظ ہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایات واحادیث نقل ہوئیں وہ مندرجہ ذیل کتابوں میں خاص طور پر موجود ہیں:

(۱) صحیح امام بخاری (۲) صحیح امام مسلم (۳) سنن ابی داؤد (۴) سنن امام نسائی (۵) سنن امام ترمذی (۶) سنن ابن ماجہ (۷) موطاامام مالک (۸) مسنداامام اعظم (۹) مسند احمد (۱۰) صحیح ابن خزیمہ (۱۱) کنزالعمال (۱۲) مصنف ابن عبدالرزاق (۱۳) مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ۔

احادیث کے ذخیرہ سے واقفیت کے دوطریقے ہیں:

پہلاطریقہ بہت ہی سہل ہے، وہ ایسی کتابوں سے معلومات حاصل کرنا ہے جوعام طور پر اکثر ملکوں میں وہاں کی علاقائی زبانوں، وہاں کے علماء کے لکھے ہوئے مختصر اورعام فہم تشریح کے ساتھ احادیث کے مجموعے ہیں جیسے اردو میں حدیث کی

(۴۴) بخاری باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۴۵) بخاری باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

مشہور کتابوں کے ترجمے یامعارف الحدیث مصنفہ مولانا محمد منظورنعمانیؒ، فضائل اعمال مصنفہ مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ وغیرہ۔ یاعربی زبان میں زادالمعاد مصنفہ ابن القیم جوزیہؒ، ریاض الصالحین اورالتذکار مصنفہ امام نوویؒ وغیرہ۔ ان میں سے بعض کتابوں کے ترجمے اردوودیگرزبانوں میں مختلف ملکوں میں دستیاب ہیں۔

دوسراطریقہ اصحاب علم کاہے یعنی باضابطہ عربی زبان حاصل کرنے کے بعد مذکورہ بالا احادیث کی کتابوں کو براہ راست پڑھنا اورفقہاء ومحدثین کی تشریحات سے فائدہ اٹھانا۔

دونوں طبقوں کوچاہئے کہ وہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث کی تعلیم ومطالعہ کا اہتمام رکھیں تاکہ زندگی کے تمام امور میں ہدایت ربانی سے فائدہ اٹھاسکیں۔قرآنی آیات کی طرح احادیث کوبھی عربی الفاظ کے ساتھ یادکرناچاہیےاورخاص طور پراہل مدارس کوتوجہ دینی چاہیے۔تاکہ طلبہ ابتداءہی سے احادیث کویادکریں۔

عام مسلمانوں کوچاہیے کہ وہ حدیث وسیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابیں اپنے گھروں میں رکھیں اورقرآن مجید کے ساتھ روزانہ حدیث وسیرت کامطالعہ کریں، کم ازکم ایک ہی حدیث کیوں نہ ہو،تاکہ ان کی زندگی روشن ہواوروہ دنیاوآخرت کے اعتبار سے کامیاب ہوسکیں اللہ رب العزت ہم سبھوں کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کوپڑھنے، یادکرنے اورآپ کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلنے کی توفیق دے۔(آمین)

دینی مدارس

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ قرآن نازل کیا جس میں انسانی زندگی کے تمام مرحلوں اور گوشوں کی ہدایت ہے۔ یہ ہدایت ربانی انسان کے لیے ویسے ہی ضروری ہے جیسے زندگی کی بقاء کے لیے ہوا پانی یا کھانا پینا۔ سب سے پہلی بنیادی ضرورت انسان کی یہ ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے، اس کے حکم کے مطابق اپنی زندگی گزارے تاکہ اس دنیا میں رہے تو صحیح راہ پر رہے اور آخرت میں وہ منزل مقصود کو پائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ دین کے سمجھنے والے اور قرآن کو پڑھنے والے افراد موجود رہیں، جن کا اخلاق و کردار ٹھیک اسی طرح کا ہو جو قرآن چاہتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس ہدایت ربانی کے مطابق تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نمونہء کامل اور اسوۂ حسنہ کے حامل تھے، یہی حالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کرنے والے صحابہ کی تھی ان کی زندگی قرآن وحدیث کے مطابق تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مؤمنانہ صفات و کردار سے متعلق قرآن کی جتنی آیات نازل ہوئی ہیں ان کا نمونہ صحابہ کرام کی صنف میں موجود ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے جس طرح دین حاصل کیا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت پائی، اسی نمونے پر ہمارے دینی مدارس ہیں اور ان کو اسی مقصد سے قائم کیا گیا ہے تاکہ وہاں قرآن وحدیث کی تعلیم اسی طرح دی جائے جس طرح صحابہ کرام حاصل کرتے تھے۔

ہمارے مدارس میں جہاں ایک طرف دینی علوم پڑھائے جاتے ہیں تاکہ وہ دین کی گہری واقفیت حاصل کرسکیں اسی طرح ان مدارس میں پڑھانے والے علماء اپنے اخلاق و کردار کے اعتبار سے ایسا نمونہ ہوتے ہیں جو ایمان والوں سے مطلوب ہے وہ تعلیم اور

تدریس کو نفس کے تقاضوں کی بنیاد پر دکھاوے کے لیے انجام نہیں دیتے ہیں بلکہ عبادت سمجھ کر رضائے الٰہی کے لیے پڑھاتے ہیں اور ساتھ ہی طلبہ کے اندر اعلیٰ انسانی اخلاق و کردار بھی پیدا کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اخلاق و کردار کی یہی خوبی انسانیت کا جوہر ہے اور یہی ہمارے مدارس کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ خوبیاں اس نظام تعلیم میں نہیں ملیں گی جو عصری تعلیم کا نظام کہلاتا ہے۔ جس میں نصاب تعلیم اور متعلم کی ساری توجہ مادی ضرورتوں کی تکمیل پر رہتی ہے وہ پڑھتے بھی ہیں اسی لیے اور پڑھاتے بھی ہیں اپنی ذاتی منفعت کے لیے، وہاں نہ اخلاق و کردار ہوتا ہے اور نہ خدا ترسی ہوتی ہے، جب کہ مدارس کی بنیاد ہی اعلیٰ اخلاق اور خدا ترسی کی ذہنیت کے فروغ پر ہے اور اسی مقصد کے لیے انبیاء کرام اس دنیا میں آئے تھے، اسی لیے مدارس بنیادی طور پر اخلاق و روحانیت پر توجہ دیتے ہیں، ان کے علاوہ مدارس کے نصاب میں عصری علوم وفنون کی جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں وہ اس لیے تاکہ پڑھنے والوں کو زندگی کے دوسرے معاملات کی بھی واقفیت ہو سکے جیسے تاریخ، جغرافیہ، حساب یا لسانیات میں اردو، ہندی، انگریزی یا دیگر زبانیں پڑھائی جاتی ہیں اس سے دو طرح کی معلومات حاصل ہوتی ہیں ایک وہ معلومات ہیں جو انسانی زندگی کے لیے کام آنے والی ہیں جیسے سماجی علوم، جغرافیہ و تاریخ یا سائنس۔ دوسری لسانیات جو ہر صوبے اور خطے کے اعتبار سے نصاب میں رکھی گئی ہیں جن سے ہم ہندستانیوں کو سابقہ پڑتا ہے اور روزمرہ کے کاموں میں استعمال کے علاوہ دعوت وتبلیغ میں مددگار ہوتی ہے جہاں تک مدارس میں عربی زبان کی تعلیم کا معاملہ ہے تو وہ اس لیے کہ وہ قرآن وحدیث کی زبان ہے اور دینی کتابوں کا اصل سرمایہ اسی زبان میں ہے، یہی حال اردو کا ہے جو عام طور پر وسطی ہندستان میں رہنے والوں کی زبان ہے اور یہ شمال وجنوب اور مشرق ومغرب کے اکثر شہروں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اسی طرح ہندی جو ملک کی قومی زبان ہے۔ فارسی بھی کسی حد تک مدارس میں داخل ہے کیوں کہ بہت سی دینی کتابیں فارسی زبان میں ہیں اور اردو سے اس کا گہرہ رشتہ ہے۔ اس طرح ہمارے مدارس میں زندگی کی اہمیت اور ضرورت کو سامنے رکھ کر یہ نصاب بنایا گیا

ہے تا کہ دین کے علوم بھی ہمیں حاصل ہوں اور دنیا کی ضروری معلومات بھی بہم پہنچ سکیں۔ اگر مدارس اور دیگر عصری اسکولوں کے مقصد کا موازنہ کریں تو دونوں میں کھلا ہوا فرق نظر آئے گا۔ مدارس کا مقصد ہدایت ربانی کا حصول اور اس کی ترویج واشاعت ہے۔ جب کہ عصری درسگاہوں کا مقصد انسان کے مادی ضرورت کے لیے بنائے ہوئے علوم کی تحصیل ہے۔

ہدایت کے اسی بنیادی مقصد کی وجہ سے اسلام میں دین کی تعلیم کو حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے اور یہ فریضہ دو طرح کا ہے۔ بنیادی طور پر ہر مسلمان کو ہدایت ربانی کا اس قدر حصہ حاصل کرنا ضروری ہے جس سے وہ حق اور ناحق کو پہچان سکے حلال اور حرام کو سمجھ سکے، پاکی وناپاکی اور عبادت کے بنیادی مسائل کو جان سکے۔ یہ ہر شخص کے اوپر فرض عین ہے، تعلیم کا دوسرا حصہ فرض کفایہ ہے اور وہ یہ ہے کہ امت کے کچھ افراد دین کے علم میں ایسی مہارت حاصل کریں جس سے اس دین کی حفاظت بھی ہو سکے اور امت کے اصلاح اور عام انسانوں کی رشد وہدایت کا کام بھی وہ کر سکیں۔ پہلے فریضہ کے بارے میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

"**اقرأ باسم ربک الذی خلق ،خلق الانسان من علق ،اقرأ وربک الاکرم، الذی علم بالقلم،علم الانسان مالم یعلم**". (۴۶)

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا، بنایا آدمی لہو کی پھٹکی سے ، پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے، سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا۔

اور دوسرے فریضہ کے بارے میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

"**فلو لانفر من کل فرقةمنهم طائفةليتفقهوا فی الدين**". (۴۷)

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو دین میں مہارت حاصل کرے۔

مدارس کے اسی بنیادی مقصد ونظام کی وجہ سے آج دین محفوظ ہے اور مسلمانوں کے

(۴۶) سورۃ العلق: ۱۔۵۔

(۴۷) سورۃ التوبہ: ۹

اندر دین باقی بھی ہے۔ اس لیے کہ علماء ربانی ہی مسلمانوں کے اندر دین کا صحیح شعور پیدا کرتے ہیں اور ان کو ہدایت کے راستہ پر چلاتے ہیں اگر علماء کا وجود اس دنیا سے اٹھ جائے تو یہ امت اسی طرح گمراہ ہو جائے گی جیسے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے دنیا کی قومیں رشد وہدایت سے دور ہو گئی تھیں اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کو اپنا وارث اور جانشیں بنایا ہے، آپ کا ارشاد ہے:

"**العلماء ورثة الانبياء،ان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهماانما ورثوا العلم، فمن اخذه ،اخذ بحظ وافر**". (۴۸)

علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں انبیاء درہم ودینار کا وارث نہیں بناتے ہیں بلکہ وہ علم کا وارث بناتے ہیں پس جو اس کو حاصل کرے تو مکمل طور پر حاصل کرے۔

چوں کہ یہ مدارس دین کی حفاظت اور امت کی اصلاح کا کام کرتے ہیں اس لیے آج دنیا میں شیطانیت کی علمبردار طاقتیں ان مدارس کے بنیادی کردار کو ختم کرنے کے لیے ان مدارس کے خلاف طرح طرح کی الزام تراشیاں کرتی ہیں سب سے بڑا الزام اس وقت یہ طاقتیں یہ لگا رہی ہیں کہ ان مدارس سے پیدا ہونے والے علماء کٹر پنتھی ہوتے ہیں اور نعوذ باللہ وہ دہشت کی تعلیم دیتے ہیں حالانکہ یہ بہتان ہے اور وہ جانتے ہیں یہ ان کا جھوٹ ہے اس لیے کہ مدارس ایک کھلی کتاب کی طرح ہیں جس کا ہر ورق انسانیت کے درس سے پر ہے۔ اسی طرح مدارس پر ایک بڑا الزام یہ بھی ہے کہ یہ صرف ایسے علماء پیدا کرتے ہیں جو صرف اذان دے سکتے ہیں اور امامت کر سکتے ہیں انہیں دنیا اور دنیاوی معاملات کی سمجھ بوجھ نہیں ہوتی اور یہ اپنا اور اپنے بچوں کا ٹھیک سے پیٹ بھی نہیں پال سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ الزام بے بنیاد ہے اور حقیقت ناشناسی پر مبنی ہے۔ کیوں کہ ہمارے مدارس میں دینی علوم کے ساتھ بقدر ضرورت دیگر سماجی علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں، اقتصادیات اور انگریزی زبان کے ساتھ ہر صوبے کے مدرسہ میں وہاں کی علاقائی وریاستی زبان بھی پڑھا جاتی ہے اور جو علماء ان مدارس سے باضابطہ فارغ

(۴۸) ترمذی ابواب العلم۔

ہوتے ہیں وہ علم وعمل سے آراستہ ہوتے ہیں۔ یہ مخالفت اس لیے بھی ہے کہ مدارس دینی قدروں کی حفاظت کرتے ہیں، کفار ومشرکین اور قادیانیت وعیسائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکتے ہیں اور مسلمانوں کو مسلمان بنا کر رکھتے ہیں۔

مدارس کے نصاب میں قرآن وحدیث اور فقہ واخلاقیات وعلم کلام کے علاوہ دیگر فنون فلسفہ منطق وغیرہ میں ہر زمانہ میں تبدیلی ہوتی رہی ہے۔اس لیے قدیم فلسفہ ومنطق کی جگہ جدید فلسفہ،عمرانیات، معاشیات کی وغیرہ اب بقدر ضرورت رکھے جاتے ہیں۔اگر مدارس کے نصاب میں عصری مضامین کی مقدار دینی وشرعی مضامین سے بڑھا دی جائے تو مدارس کے بنیادی مقصد کو نقصان پہنچے گا اور ان کی اصل روح نکل جائے گی۔ اسی لیے جب کبھی سرکاری حلقوں کی جانب سے مدارس کے نصاب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے اور مدد کی پیش کش ہوتی ہے تو علماء اور مدارس کے ذمہ دار اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ مدارس کو اس کی اصل حالت پر برقرار رکھیں اور سرکاری امداد نہ لیں تا کہ مدارس کے تعلیمی نظام میں دراندازی کا موقع نہ ملے کیوں کہ یہ مدارس ہی اس ملک میں دین کی بقاء اور انسانوں کو ہدایت پر رکھنے کا ذریعہ ہیں اگر خدانخواستہ مدارس کے نظام میں تبدیلی ہوئی تو دین کی بقا وحفاظت مشکل ہوجائے گی ایسی حالت میں مدارس کے ذمہ داروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ہم وطنوں اور حکومت کے ذمہ داروں کو مدارس کے نظام، اس کی افادیت اور تعلیم وتربیت کے صاف وشفاف نظام سے واقف کرائیں اس لیے کہ وہ مدارس کی حقیقت وافادیت سے ناآشنا ہیں۔

لہذا ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم مدارس کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کریں اور اپنے عقائد واخلاقی تعلیمات،انسانیت دوستی، امن پسندی اور انسانی ہمدردی وخیرخواہی سے واقف کرائیں اور بتائیں کہ مدارس کے ذریعہ تعلیم وتربیت سے ملک کی تعلیمی وتربیتی ضرورت پوری ہورہی ہے اور یہ کہ ہم اپنی نسلوں کو اسلام کی صاف وشفاف

تعلیم سے آراستہ کرتے ہیں اور یہ ہمارا دستوری وجمہوری حق ہے اگر اس طرح ہم اپنے مدارس کی نافعیت اور اندرونی نظام کے صاف وشفاف اور کمزوریوں سے پاک ہونے کا یقین دلائیں گے تو لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ، غلط معلومات اور غلط اغراض پر مبنی ہے۔

اس مقصد کے لیے مدارس کے جلسوں میں غیر مسلموں کو دعوت دی جائے اور قومی وملی اخبارات ورسائل میں مدارس کی افادیت سے متعلق اچھے مضامین شائع کیے جائیں اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ارباب مدارس اللہ کی خوشنودی کے لیے علوم دینیہ کی خدمت مثبت اور سنجیدہ کام پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں اور شہرت طلبی وخودنمائی سے پرہیز کریں اور ملکی قانون کا پاس ولحاظ رکھیں تو انشاء اللہ اللہ کی طرف سے برابر نصرت ومدد ملتی رہے گی اور مدارس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ عام مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ وہ مادی ومعنوی دونوں طریقے پر مدارس کو تقویت پہنچائیں اور ان کے خلاف نہ صرف یہ کہ کسی طرح کے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں بلکہ مدارس کی بھرپور امداد کریں اس سے وابستگی کو اپنے دین سے وابستگی سمجھیں اور آخرت کا ذریعہ خیال کریں۔اس لیے کہ یہ مدارس ہی نئی نسلوں کو دینی تعلیم پہنچانے کا کام کرتے رہے ہیں اور انہی مدارس سے ایسے علماء پیدا ہوئے ہیں جو دین کی حفاظت کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو واپس لانے کا کام کرتے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور ان مدارس کو ہمیشہ کے لیے دین کی حفاظت اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے لیے باقی رکھے۔(آمین)

مدارس کا نظام تعلیم

علم ایک بیش قیمت صفت ہے اور ایسی شئ ہے جو مال و دولت، عزت و منصب سے بھی قیمتی ہے بلکہ مال و دولت اور عزت و منصب کے حصول کا ذریعہ بھی ہے اور دنیاوی واخروی آرام وراحت کا سامان بھی، مگر مسلمانوں کے موجودہ ذہنی وفکری سوچ اور سماجی ومعاشرتی رویہ پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عملی طور پر زمین وجائداد، مکان ودکان اور جاہ ومنصب کی جو اہمیت ان کے نزدیک ہے اس سے کمتر اہمیت علم کو حاصل ہے۔ ہمیں چاہیے کہ مسلمانوں کی اس سوچ کو بدلیں اور ان کے ذہن ودماغ میں یہ بات پیوست کریں کہ ایمان اور علم واخلاق ہی اصل دولت ہے، باقی چیزیں علم وعمل کی راہ سے آتی ہیں اور ان کی حیثیت ثانوی ہے۔

اس وقت یہ زیادہ ضروری ہے کہ جو لوگ علم رکھتے ہیں وہ ان لوگوں، مردوں، عورتوں اور لڑکے ولڑکیوں کی بنیادی تعلیم کی فکر کریں، جو بے علمی کی وجہ سے نہ صرف جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں، بلکہ ارتداد کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ لہٰذا اس وقت ایسے مکاتب کے قیام کی خصوصی ضرورت ہے جو ہر محلّہ اور قصبہ میں ہوں اور جہاں مسلمانوں کو دین کے مبادیات سے واقف کرایا جائے اور ان کے بچوں کو ابتدائی دینی تعلیم دی جائے تاکہ وہ حلال وحرام سے واقف ہوسکیں اور کفر وایمان اور توحید وشرک میں امتیاز کرسکیں۔ خاص طور پر اس کے لیے مساجد کو مرکز بنایا جائے تاکہ یہ مساجد صحیح معنوں میں ہماری دینی زندگی کا مرکز بن سکیں اور ائمہ وعلماء ان مراکز سے امت کی رہنمائی اور ہدایت کا فریضہ انجام دے سکیں۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو یہ امت اور پستی میں جائے گی۔

بلاشبہ انسان کی سب سے پہلی اور بنیادی ضرورت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے، اس کے حکم کے مطابق زندگی گزارے تاکہ وہ صحیح راہ پر قائم رہے اور آخرت میں منزل مقصود کو پائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ دین کے سمجھنے والے اور قرآن کو پڑھنے والے افراد موجود رہیں، جن کا اخلاق وکردار ٹھیک اسی طرح ہو جیسا قرآن چاہتا ہے اور یہی مدارس اسلامیہ کا مقصد بھی ہے۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ". (۴۹)

اور وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں انہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ واخلاق ضیمہ سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی (کی باتیں) سکھاتے ہیں۔

مدارس کے نصاب تعلیم یا طریقہ تعلیم میں جن بنیادی امور کو اہمیت دی گئی ہے وہ مذکورہ قرآنی ہدایت کے مطابق ہے مذکورہ آیت کریمہ میں تعلیم وتربیت کے مدارج کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ پہلے قرآن کی تعلیم اس طرح ہونی چاہیے کہ مکتب میں ناظرہ قرآن طلبہ پڑھ لیں، یہ تعلیم امت کے ہر فرد کے لیے ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ اسی کے ساتھ اخلاقیات کی تعلیم ہونی چاہیے تاکہ لڑکے اور لڑکیاں بلوغ کے مرحلہ سے پہلے گناہوں سے دور رہنے کے عادی بن جائیں اور ان کے دل ودماغ میں گناہوں کی نفرت راسخ ہوجائے اگر ان دو پہلوؤں پر ہم غور کریں تو مدارس ومکاتب بنیادی طور پر اسی اصول پر جاری ہیں البتہ پوری امت کو جس درجہ کا قرآنی واخلاقی علم اور تزکیہ نفس ہونا چاہیے وہ نہیں ہے۔

آج صورت حال یہ ہے کہ جس قرآن کو سیکھنا فرض قرار دیا گیا ہے امت اس فریضہ کو مکمل ادا نہیں کر رہی ہے، اگر مسلم گھروں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ چند فیصد افراد ہی قرآن صحیح پڑھتے ہیں، باقی اکثر ایسے ہیں جو قرآن پڑھنا یا تو جانتے ہی نہیں ہیں اور اگر

(۴۹) سورۃ الجمعۃ: ۶۲

جانتے بھی ہیں تو صحیح تلفظ کے ساتھ نہیں پڑھتے۔ اس لیے قرآن سیکھنے اور سیکھانے پر خاص توجہ دی جائے۔ محلوں اور گھروں میں اس کا اہتمام اور انتظام ہو، جو لڑکے، لڑکیاں اسکول وکالج میں پڑھتے ہیں، ان کے لیے گرمی کے موسم اور دیگر تعطیلات میں قرآن اور عربی زبان کی تعلیم کے خصوصی کلاس کا نظم کریں تاکہ وہ قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے والے بن سکیں۔

قرآنی علم کے ساتھ دیگر علوم نافعہ کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب علم میں اضافہ کی دعا کرتے تھے تو علم نافع کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا یہ تھی:

''**اللھم انی اعوذبک من قلب لایخشع ودعاء لایسمع ونفس لاتشبع ومن علم لاینفع،أعوذبک من ھؤلاء الاربع**''. (۵۰)

اے اللہ تیری پناہ اس دل سے جو نرم نہ ہو، اس دعا سے جو قبول نہ ہو، اس نفس سے جو سیر نہ ہو، اس علم سے جو نفع نہ پہنچائے، اے خدا ان چاروں سے تیری پناہ''۔

یہی وجہ ہے کہ مدارس کے نصاب میں دیگر علوم نافعہ کی کتابیں بھی داخل کی گئیں ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو زندگی کے دوسرے معاملات کی بھی واقفیت ہو سکے جیسے تاریخ، جغرافیہ، حساب یا لسانیات میں اردو، ہندی، انگریزی یا دیگر زبانیں پڑھائی جاتی ہیں اس سے دو طرح کی معلومات حاصل ہوتی ہیں ایک وہ معلومات ہیں جو انسانی زندگی کے لیے کام آنے والی ہیں جیسے سماجی علوم، جغرافیہ و تاریخ یا سائنس۔ دوسری لسانیات جو ہر صوبے اور خطے کے اعتبار سے نصاب میں رکھی گئی ہیں جن سے ہم ہندستانیوں کو سابقہ پڑتا ہے اور روزمرہ کے کاموں میں استعمال کے علاوہ دعوت وتبلیغ میں مددگار رہوتی ہے، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اصحاب مداس نے مذکورہ علوم کی تعلیم پر صحیح توجہ نہیں دی ہے، نہ ہی ان علوم کے اساتذہ اپنے فن کے ماہر ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کی تربیت اس

(۵۰) ترمذی، نسائی، جمع الفوائد ادعیۃ غیر موقتۃ وفیھا الاستعاذۃ: ۱۵۶۳

انداز کی ہوتی ہے جو ان علوم کی تعلیم وتدریس کے لیے ہونی چاہیے۔ نیز زندگی کے دیگر مسائل سے واقفیت کے لیے طلبہ کے سامنے مختلف علوم کے جانکار وماہرین سے موضوعات کے اعتبار سے خطاب بھی کراتے رہنا چاہیے، اس سے وہ کمی دور ہوگی جو مدارس کے علماء وطلبہ کے اندر عمومی طور پر پائی جاتی ہے، مگر ان خطابات ومحاضرات کا اہتمام تسلسل کے ساتھ درجہ وار ہونا چاہیے۔

اسی کے ساتھ آج مدارس میں جدید عصری علوم کے ساتھ کمپیوٹر کی بنیادی تعلیم کا اضافہ کرنا چاہیے اور اس کا کلاس لسانیات کے کلاس کے ساتھ ہی لسانی اسباق کو پڑھانے والے اساتذہ کو ٹریننگ دے کرایا جاسکتا ہے، اس کے لیے الگ سے استاد کی تقرری ابتدائی مرحلہ میں کرنے کی شاید ضرورت نہ ہو، اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ موجودہ عہد میں اور آنے والے مستقبل میں اس کی ضرورت کتنی اور بڑھ جائے گی، اب کمپیوٹر اور انٹرنیٹ وغیرہ دینی علوم تک آسانی سے رسائی کا بھی ایک بڑا ذریعہ ہوگئے ہیں، اس لیے کمپیوٹر کی تعلیم آسان طریقہ پر دینے پر پوری توجہ دینی چاہیے۔

جہاں تک مدارس میں عربی زبان کی تعلیم کا معاملہ ہے تو وہ اس لیے کہ وہ قرآن وحدیث کی زبان ہے اور دینی کتابوں کا اصل سرمایہ اسی زبان میں ہے، یہی حال اردو کا ہے جو عام طور پر وسط ہندستان میں رہنے والوں کی زبان ہے اور یہ شمال وجنوب اور مشرق ومغرب کے اکثر شہروں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اسی طرح ہندی جو ملک کی قومی زبان ہے۔ فارسی بھی کسی حد تک مدارس میں داخل ہے کیوں کہ بہت سی دینی کتابیں فارسی زبان میں ہیں اور اردو سے اس کا گہرہ رشتہ ہے۔ اس طرح ہمارے مدارس میں زندگی کی اہمیت اور ضرورت کو سامنے رکھ کر یہ نصاب بنایا گیا ہے تاکہ دین کے علوم بھی ہمیں حاصل ہوں اور دنیا کی ضروری معلومات بھی ہم پہنچ سکیں۔

مدارس کی مالی وانتظامی مشکلات بہت زیادہ ہیں ان کو دور کرنے کے لیے مسلسل اجتماعی کوشش ہونی چاہیے اگر مدارس ہر صوبہ وضلع میں باہم مربوط نہیں ہوں گے اور ان

کے درمیان ربط وتوافق نہیں ہوگا تو ان کی ترقی جیسی ہونی چاہیے نہیں ہو پائے گی، اس لیے کہ ہر مدرسہ کے پاس اس طرح کے تعلیمی وانتظامی ماہرین نہیں ہیں جو بڑے مشہور دینی مدارس کے پاس ہیں، بہار میں امارت شرعیہ کے ذریعہ گذشتہ دس پندرہ سالوں سے وفاق المدارس قائم ہے جس کے تجربات یہ بتاتے ہیں کہ اس طرح کا نظام جس قدر مضبوط ہوگا مدارس کو ترقی ہوگی۔

مدارس کے نظام کو جس قدر بہتر، معیاری و پرکشش بنایا جائے گا اسی قدر اس سے استفادہ کرنے والے افراد زیادہ ہوں گے اور امت دینی واخلاقی تعلیم سے آراستہ ہوگی، کیوں کہ موجودہ دور میں علم کے عصری درسگاہوں میں اخلاقی ودینی بے راہ روی کی تعلیم کا جو رواج ہے وہ انتہائی مضر ہے۔ بہر حال مسلمانوں کو چاہئے کہ علم دین ودنیا دونوں کو حاصل کریں اور اپنے لڑکے ولڑکیوں کو تعلیم واخلاق کے زیور سے آراستہ کریں۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ ابتدائی تعلیم کے ساتھ ساتھ اعلیٰ تعلیم کے حصول کی کوشش کریں تاکہ انہیں ہر طرح کی ترقی حاصل ہو اور وہ پستی سے نکل کر اونچائی کی طرف جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو ایمان اور علم سے مزین کرے اور توفیق دے کہ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم سے آراستہ کریں۔ (آمین)

علماء کا احترام

علماء اس زمین پر ہدایت کے چراغ وزینت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب وخلیفہ ہیں بلکہ علماء اسلام عزت وعظمت اور اللہ کے نزدیک مرتبہ وشرف میں بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اللہ نے آسمان کو تین چیزوں سورج، چاند اور ستاروں سے مزین کیا ہے اور زمین کو تین سے زینت بخشی ہے علماء، بارش اور عادل بادشاہ سے۔ (۵۱)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ "**اللھم ارحم خلفائی**". اے اللہ میرے نائبین پر رحمت نازل فرما۔

تو ہم نے کہا کہ آپ کے نائبین کون ہیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو لوگ میرے بعد آئیں گے اور میری حدیث کی روایت کریں گے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیں گے۔ (۵۲)

علماء واولیاء کے اسی مقام وشرف کی بنا پر ان کا ادب واحترام کرنا شرعاً واجب قرار دیا گیا ہے، بلکہ جو شخص ظاہر میں اولیاء کی صفات سے متصف ہو اس کا بھی اکرام واحترام ضروری ہے، علماء کی ذات چوں کہ دین وشریعت کی محافظ ہوتی ہے۔ اس لئے ان سے عناد وبغض رکھنا شریعت سے بغض وعناد کے مترادف ہے بلکہ اس شخص کے بارے میں کفر کا اندیشہ کیا گیا ہے جو بغیر کسی ظاہری سبب کے علماء سے بغض وعناد رکھتا

(۵۱) نزہۃ المجالس۔
(۵۲) نزہۃ المجالس۔

ہے ان کی اہانت کے درپے رہتا ہے یا ان کا مذاق اڑاتا ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح فقہ اکبر میں "**فضل العلم و العلماء**" کے تفصیل سے فقہاء کے اقوال کو ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ علماء کی اہانت کرنے والا یا مذاق اڑانے والا کافر ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی عالم سے بغیر کسی ظاہری سبب کے بغض رکھا تو اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہی ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا۔ اس لیے کہ جب اس نے کسی ظاہری دینی یا دنیوی سبب کے بغیر کسی عالم سے بغض رکھا تو اس کا یہ بغض دراصل علم شریعت سے بغض ہوگا اور جو شخص شریعت کا انکار کرے وہ کافر ہے چہ جائیکہ جو شخص اس سے بغض رکھے۔ (۵۳)

جس نے کسی عالم سے اس کے کتروائے ہوئے لب کے بارے میں یہ کہا کہ بہت برا معلوم ہوتا ہے یا یہ کہا کہ لب کتروانا اور عمامہ کو تھوڑی کے نیچے باندھنا بہت برا معلوم ہوتا ہے تو کافر ہو جائے گا۔ اس لیے کہ یہ علماء دین کا استخفاف ہے جو انبیاء علیہم السلام کے استخفاف کو مستلزم ہے، کیوں کہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور لب بنوانا انبیاء کی سنت ہے اس لیے اس کی تقبیح کفر ہے۔ (۵۴)

جب کوئی شخص علماء و اولیاء سے بغض و عداوت رکھتا ہے تو اللہ اس کو اپنا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور اپنے ولی کی طرف سے خود کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

جو میرے ولی سے عداوت رکھے اس کو میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔ (۵۵)

علماء ربانی کی زیارت و خدمت کرنا بڑے ثواب کا کام ہے علماء چوں کہ نائبین رسول

(۵۳) شرح فقہ اکبر ص: ۲۱۳۔
(۵۴) شرح فقہ اکبر: ۲۱۲۔
(۵۵) بخاری، ریاض الصالحین: ۱۸۶۔

صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں اس لیے ان کی زیارت و ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات کے مترادف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

کسی نے کسی عالم کی زیارت کی تو اس نے گویا میری زیارت کی، جس نے کسی عالم سے مصافحہ کیا اس نے گویا مجھ سے مصافحہ کیا اور جو کسی عالم کی صحبت میں بیٹھا گویا تو گویا وہ میرے ساتھ بیٹھا اور جو میرے ساتھ دنیا میں بیٹھا اللہ قیامت کے دن جنت میں میرے ساتھ بیٹھائیں گے۔ (۵۶)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

جس شخص کے ہاتھوں پر کسی عالم نے ٹیک لگایا (سہارا لیا) تو اللہ ہر قدم کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھیں گے اور جس نے کسی عالم کے سر کا بوسہ لیا تو اس کو ہر بال کے بدلے نیکی ملے گی۔ (۵۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے علماء کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

علماء دنیا و آخرت میں آپ کی امت کے چراغ ہیں خوش بختی ہے اس کے لیے جس نے ان کو پہچانا اور ان سے محبت کی اور تباہی ہے اس کے لیے جس نے ان کی معرفت سے انکار کیا اور بغض رکھا۔ (۵۸)

علماء کی تعظیم و توقیر ان کا حق ہے۔ حضرت ابو عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ زید بن ثابت کے پاس سواری لائی گئی تا کہ آپ اس پر سوار ہوں تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سواری تھام لی تو انہوں نے کہا کہ اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے الگ ہو جایئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

(۵۶) تنبیہ الغافلین۔
(۵۷) نزہۃ المجالس۔
(۵۸) نزہۃ المجالس۔

ہمیں اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اپنا ہاتھ دکھایئے تو انہوں نے اپنا ہاتھ نکالا جس کا انہوں نے بوسہ لیا اور فرمایا ہمیں نبی کے گھر والوں کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(۵۹)

جب کوئی اہل علم وفضل یا بڑا آئے تو اس کے اعزاز میں کھڑا ہونا اور بڑھ کر سلام ومصافحہ کرنا بھی اسلامی ادب ہے۔احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز میں صحابہ کرام کے کھڑے ہونے کے واقعات آئے ہیں۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اپنے والد ماجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام میں کھڑے ہونے کا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شفقت ومحبت میں حضرت فاطمہ کے لیے کھڑا ہونے کا واقعہ آیا ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ سے زیادہ آپ کی خصلت وسیرت کی پیروی کرنے والا نشست وبرخاست میں کسی کو نہیں دیکھا جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تھیں تو آپ ان کی طرف ہو کر کھڑے ہوتے اور بوسہ لیتے تھے اور اپنی جگہ پر ان کو بٹھاتے اور جب آپ ان کے پاس جاتے تو وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو جاتیں اور بوسہ لیتیں پھر آپ کو اپنی جگہ پر بٹھا لیتیں۔(۶۰)

اور عام صحابہ کرام کا آپ کی مجلس سے اٹھتے وقت کھڑا ہونے کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں سے بیان کیا کرتے تھے پھر جب آپ کھڑے ہوتے تو ہم لوگ بھی کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ہم دیکھتے کہ آپ بعض ازواج کے یہاں چلے گئے۔(۶۱)

یعنی جب کوئی صاحب فضل وکمال جو مجلس کا صدر ہو وہ اٹھ جائے اور مجلس برخاست

(۵۹) ابن عساکر۔
(۶۰) ترمذی ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل فاطمۃ رضی اللہ عنہا: ۲/۲۲۶۔
(۶۱) ابوداؤد ونسائی۔

ہو جائے تو مجلس والوں کو کھڑا ہو جانا چاہیے۔لیکن ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ مجلس برخاست ہونے سے قبل جب کوئی صاحب فضل اٹھے تو اس کے اعزاز میں اہل مجلس کھڑے ہو جاتے ہیں۔

احادیث صحیحہ میں عام صحابہ کا ایک دوسرے کے اعزاز واکرام میں کھڑے ہونے کا واقعہ آیا ہے، چنانچہ غزوہ تبوک کے واقعہ میں عوف ابن مالک جو غزوہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے وہ اپنے توبہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ نزول توبہ کے بعد:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے چلا تو فوج در فوج مجھ سے ملے اور میرے توبہ پر مبارکباد دی وہ کہتے ہیں لتھنئک توبۃ اللہ علیک پھر جب مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے اردو گرد لوگ ہیں پھر میری طرف طلحہ بن عبید اللہ جلدی سے کھڑے ہوئے اور مبارکباد دی۔(۶۲)

ان احادیث سے کسی معزز وصاحب فضل کے اعزاز واکرام میں کھڑے ہونے کا واقعہ ملتا ہے لیکن اس طرح کا واقعہ نہیں ملتا ہے کہ اہل مجلس بیٹھے ہوئے ہوں اور کوئی بڑا آدمی آئے تو سب کے سب اس کے اکرام میں کھڑے ہو جائیں بلکہ اس کی ممانعت آئی ہے چنانچہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کی طرف نکلے اور آپ لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے تھے تو ہم لوگ آپ کی طرف اٹھے تو آپ نے فرمایا تم لوگ اس طرح مت کھڑے ہوا کرو جیسا کہ اہل عجم کھڑا ہوتے ہیں اور ان میں کا بعض ایک دوسرے کی تعظیم کرتا ہے۔(۶۳)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ بذل المجہود میں عجم کے طریقہ قیام کی تفسیر کرتے

(۶۲) بخاری ومسلم۔
(۶۳) ابوداؤد۔

ہوئے لکھتے ہیں:

ظاہر حدیث سے قیام کے اس طریقہ کا ممنوع ہونا ثابت ہوتا ہے جو عجم کا ہے کہ وہ بادشاہوں کے سر پر یا ان کے سامنے سیدھ پر کھڑا ہوتے ہیں۔(۶۴)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

قیام کے بارے میں احادیث مختلف آئی ہیں مگر میرے نزدیک ان کے درمیان حقیقتاً کوئی اختلاف نہیں ہے اس بارے میں امر و نہی کے احادیث کے معانی مختلف ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجم کے طریقہ قیام سے منع فرمایا ہے ان کا طریقہ یہ تھا کہ ان کے خادم خدمت کے لیے آقاؤں کے سامنے اور عوام اپنے بادشاہوں کے سامنے سیدھ میں کھڑا رہا کرتے تھے اور یہ تعظیم و توقیر کے لیے کیا کرتے تھے مگر اس میں غلو سے وہ شرک کے قریب پہونچ جاتے تھے۔اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص اپنے بھائی سے ملتا ہے تو کیا وہ اس کے لیے جھکے رہے تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔لیکن اگر کوئی اپنے بھائی کے اعزاز و اکرام کے لیے طریقہ عجم کو چھوڑ کر کھڑا ہوا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۶۵)

لیکن کسی کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ خواہش کرے کہ لوگ اس کے سامنے اعزاز میں خدمت کے لیے کھڑا رہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

جو شخص اس سے خوش ہوتا ہو کہ کوئی آدمی کے سامنے خدمت کے لیے کھڑا رہا کرے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

اللہ ہمیں علماء اور اولیاء کی تعظیم و تکریم کی توفیق دے اور ان کے بارے میں کسی طرح کے اہانت آمیز الفاظ سے بچائے۔(آمین)

(۶۴) بذل المجہود۔

(۶۵) حجۃ اللہ البالغہ۔

دینی ماحول میں عصری تعلیم

آئندہ آنے والی نسل کی تعلیم، دین، اخلاق، صحت اور معشیت کی فکر کرنا تاکہ یہ نئی نسل علم کے زیور سے آراستہ ہو، وہ صحت مند رہے اور معاشی طور پر پریشان حال نہ ہو اس کا دین و ایمان محفوظ ہو اور وہ بداخلاق و بے کردار و گمراہ نہ ہو، بہت ضروری ہے۔

یہ امور اتنے اہم ہیں کہ ان پانچ امور (تعلیم، دین، اخلاق، صحت اور معیشت) میں سے اگر کسی ایک چیز کا نظم ہو اور دوسری سے غفلت ہو تو کامیابی ناقص اور ادھوری ہوگی۔اگر تعلیم ہو اور اخلاق نہ ہو تو فتنہ و فساد پیدا ہوگا، اور معاشرہ میں بے حیائی عام ہو جائے گی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اگر تعلیم ہو اور صحت عامہ کی طرف توجہ نہ ہو تو تعلیم کے مقاصد حاصل نہ ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت و تندرستی، زندگی اور جوانی اور دولت کی حفاظت کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اپنی مالداری کو ناداری سے پہلے، اپنی فرصت کو مشغولیت سے پہلے، اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔(۶۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"المؤمن القوی خیر وأحب إلی الله من المؤمن الضعیف". (۶۷)

(۶۶) مشکوۃ کتاب الرقاق۔

(۶۷) مسلم باب الایمان بالقدر والاذعان لہ۔

طاقت ور مؤمن بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو کمزور مؤمن سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

اسی طرح اگر تعلیم ہو اور دین و اخلاق نہ ہو تو دنیا میں نہ عدل و انصاف قائم ہوگا، نہ ہی راحت و سکون میسر ہوگا اور نہ آخرت کی زندگی سنورے گی۔ اگر ملک میں بہتر معیشت کے لیے کارخانے اور سامان تجارت کا نظم ہو اور تعلیم و اخلاق نہ ہو تو کامیابی نہ صرف ادھوری ہوگی۔ بلکہ معیشت میں عدم توازن پیدا ہوگا اور معاشرہ انارکی اور فساد کا شکار ہو جائے گا۔ مسلمان خیر امت ہیں اس لیے بنیادی طور پر ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کی ذمہ داری ان کی ہے اور اس میں تعلیم کا کردار انتہائی اہم ہے، خاص طور پر اس زمانہ میں تعلیم کے بغیر نہ بنیادی مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی انقلاب لایا جا سکتا ہے۔ اگر مسلم قوم تعلیم کے حصول میں پیچھے رہ جائے گی تو وہ زمانہ کی ترقیات کی دوڑ میں بھی پیچھے رہ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون انما يتذكر اولو الالباب". (۶۸)

کہہ دیجئے کیا برابر ہو سکتے ہیں سمجھ والے اور بے سمجھ، سوچتے وہی ہیں جن کو عقل ہے۔

مگر تعلیم کے ساتھ دین و اخلاق ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے یہ حکم آیا تھا کہ آپ اپنے اہل خاندان، اہل و عیال اور رشتہ داروں کو دین و نماز کی تلقین کیجیے اور جہنم کی آگ سے ڈرائیے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"وانذر عشيرتك الاقربين". (۶۹)

اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو ڈرائیے۔

دوسری جگہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

(۶۸) سورۃ الزمر: ۹۔

(۶۹) سورۃ الشعراء: ۲۱۴۔

"وامر اهلك بالصلوٰة واصطبر عليها". (۷۰)

اپنے اہل کو نماز کا حکم دیجئے اور نماز پر قائم رہئے۔

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت و تبلیغ کا کام اپنے خاندان اور گھر والوں سے شروع کیا اس کے بعد آپ نے دیگر لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی طرف بلایا۔

مسلم معاشرہ میں بعض مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے تعلیم تو حاصل کر لی ہے مگر وہ نہیں جانتے ہیں کہ کلمہ اور نماز کیا ہے، سورہ فاتحہ کیا ہے، سجدہ و رکوع کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے والدین نے ان کی تعلیم کی فکر تو کی مگر ان کے دین و ایمان کی فکر نہیں کی اور نہ ہی وہاں کے علماء اور دانشمندوں نے اس نئی نسل کے دین و ایمان کی حفاظت کا نظم کیا۔ انہوں نے عصری اسکولوں اور کالجوں میں اپنے لڑکے اور لڑکیوں کے داخلہ کو ان کی زندگی اور مستقبل کے لیے کافی سمجھا حالاں کہ ان تعلیمی اداروں سے وہ تعلیم کے ساتھ جو تہذیب اور فکر لے کر نکلے اس میں اللہ اور اس کے رسول کے دین سے بیزاری اور بے دینی کا مزاج بھی داخل تھا۔ آج ہمارے ملک میں ایسے بہت سے افراد ہیں جو بڑے شہروں کے جدید اسکولوں اور کالجوں میں پڑھ کر نکلے ہیں، ان کے اندر تعلیم ہے مگر دین اور اسلامی غیرت و حمیت نہیں ہے۔

آج صورت حال یہ ہے کہ لادینیت ہر جگہ پھیل رہی ہے۔ عصری تعلیم کے اداروں میں صرف تعلیم پر توجہ کی گئی ہے اور انسانی کردار کو سنوارنے کی فکر نہیں کی گئی ہے، نتیجہ یہ ہے کہ وہاں علم حاصل کرنے والوں میں مفاد پرستی، خود غرضی اور خود نمائی کے ساتھ اخلاقی بگاڑ آ گیا ہے اور دنیا ظالم و مظلوم کے دو حصوں میں بٹ گئی ہے اور ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو خدا ناشناس، اسوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف اور سیاسی طاقت و وسائل کے سہارے دوسروں پر ظلم کر کے اپنی برتری کو مسلط کرنے میں اپنی کامیابی سمجھتا ہے اس کے نتیجہ میں معاشرہ بگاڑ اور کرپشن کی آخری حد تک پہنچ گیا ہے، جنسی بے

(۷۰) سورۃ طٰہٰ: ۱۳۲۔

راہ روی بڑھ گئی ہے، عریانیت عام ہوگئی ہے جو آج ساری دنیا میں نظر آ رہی ہے۔

بہر حال افسوس ناک پہلو یہی ہے کہ علم کے مراکز اخلاقیات سے دور ہو گئے اور خود غرضی نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ علم حاصل کرنے کے لیے ایسے تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں جن کا ماحول اخلاقی و روحانی ہو اور وہاں طلبہ کو اعلیٰ انسانی اخلاق و کردار سکھائے جائیں اور انہیں خود غرضی، مفاد پرستی، کرپشن، جنسی بے راہ روی وغیرہ برائیوں سے دور رکھا جائے اور بگاڑ و فساد کی قباحت ان کے ذہن و فکر میں بٹھائی جائے۔

اس لیے ابتداء ہی سے دین و انسانیت کی خدمت سمجھ کر پرائمری اسکول سے لے کر کالج اور یونیورسٹی تک کے ادارے قائم کیے جائیں تا کہ طلبہ جب انجینئر، سائنس داں، مؤرخ اور سیاست داں بن کر نکلیں تو ان کا دماغ علم و ہنر کی روشنی سے منور ہو اور دل ایمان و یقین اور اخلاق و کردار سے آراستہ ہو، اس لیے اس طرف نہ صرف اصحاب مال کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے بلکہ ہمارے دیندار طبقے کو آگے آنے کی ضرورت ہے ورنہ اس کے بغیر آنے والی نسل مسلمان باقی نہیں رہ سکتی اور نہ دنیا سے ظلم و جور ختم ہوسکتا ہے۔ کیوں کہ ان کے دین و اخلاق کو سنوار کر انہیں جہنم کی آگ سے بچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

"قوا انفسکم و اھلیکم ناراً". (۷۱)

اپنی ذات کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

سب سے اچھی چیز جو والدین اپنی اولاد کو دے سکتے ہیں وہ اچھی تربیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"مانحل والد ولده من نحل افضل من ادب حسن". (۷۲)

(۷۱) سورۃ التحریم: ۶۔

(۷۲) ترمذی باب ماجاء فی ادب الولد۔

کسی والد نے اپنے لڑکے کو اس سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں دیا کہ اس کو اسلام کے بہترین آداب سکھائے۔

اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ ایسے دینی اور عصری تعلیم کے ادارے قائم کریں جن کے اندر دینی ماحول ہو اور اس ماحول میں لڑکے پروان چڑھیں اور ہر قسم کی تعلیم پائیں۔

اسی طرح لڑکیوں کی تعلیم کے ادارے ہر بڑی مسلم آبادی میں قائم کرنے کی ضرورت ہے اگر ایسا نہیں کیا گیا تو مخلوط تعلیم کے بُرے نتائج سے ہم نہ اپنے معاشرہ کو بچا سکیں گے اور نہ عام انسانی سماج کو، اس لیے لڑکیوں کی تعلیم کے لیے دینی مدارس، اسکول، کالج، انجینیرنگ و میڈیکل کالج بلکہ ضروری پروفیشنل علوم کے ادارے علیحدہ سے قائم کرنے کی ضرورت ہے تا کہ وہ دین و اخلاق کی حفاظت کے ساتھ عصری تعلیم حاصل کر سکیں اور جہاں ایسے ادارے قائم نہیں ہیں وہاں عام اسکول و کالج میں پڑھنے والے لڑکے اور لڑکیوں کے لیے خصوصی دینی تعلیم کے کلاسوں کا نظم کیا جائے خاص طور پر اسکول و کالج کی تعطیلات کے زمانے میں دینی تعلیم کا نظم، مساجد، اقلیتی مدارس و اسکول یا گھروں میں کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عورتوں کی تعلیم

اسلام نے مرد وعورت کے درمیان تعلیم کے معاملہ میں کوئی امتیاز نہیں رکھا ہے، بلکہ دونوں کو تعلیم حاصل کرنے کا یکساں مواقع فراہم کیا ہے، اسلامی نظریہ سے عورت کی تعلیم کا مطلب اس کو ایک فرماں بردار بیوی، بہترین ماں اور معاشرے کا ایک ایسا اہم فرد بنانا ہے جو علوم وفنون سے آراستہ ہو، اس تعلیم کی ضرورت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے جو اسے اچھے اخلاق واعمال سے آراستہ کرے۔ اللہ رب العزت نے نہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھنے کا حکم دیا ہے بلکہ اس کے ذریعہ عام انسانوں کو بھی پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح مردوں کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی۔ حکم الٰہی یہ ہے:

"اقراء باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقراء وربک الاکرم، الذی علم بالقلم، علم الانسان مالم یعلم"۔ (۷۳)

پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا، بنایا انسان کو جمے ہوئے لہو سے، پڑھ اور تیرا رب کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم سے سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

عورتیں ہماری آبادی کا نصف حصہ ہے انہیں بھی رب العزت نے ذہانت، صلاحیت ودینی وروحانی ترقی کا جوہر دیا ہے، کہا جاتا ہے کہ ماں کی گود ہی وہ پہلا مکتب ہے جہاں ہر انسان کی نشو ونما ہوتی ہے، یہیں سے شخصیت وکردار کی ڈھلائی ہوتی

(۷۳) سورۃ العلق: ۱-۵۔

ہے، یہاں سے دماغ وذہن جو رخ اختیار کرتا ہے انسان کی آخری زندگی پر ہمیشہ حاوی رہتا ہے۔

اسلام نے عورتوں کو دینی ودنیوی تعلیم کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ ان کی تعلیم وتربیت کو بھی اتنا ہی اہم قرار دیا ہے جتنا مردوں کی تعلیم وتربیت کو ضروری قرار دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح دین کی تعلیم مرد حاصل کرتے تھے، اسی طرح عورتیں بھی حاصل کرتی تھیں، آپ خواتین کی تعلیم کا بڑا خیال کرتے تھے، اس کے لیے آپ نے الگ وقت متعین کر رکھا تھا۔ ابوسعید خدری رضی اللہ فرماتے ہیں:

"قال النساء للنبی صلی اللہ علیہ وسلم غلبنا علیک الرجال، فاجعل لنا یوماً من نفسک فوعدھن یوماً لقیھن فیہ، فوعظھن وامرھن فکان فیما قال لھن مامنکن امرأۃ تقدم ثلثۃ من ولدھا الا کان لھا حجاباً من النار، فقالت امرأۃ: واثنین، فقال: واثنین"۔ (۷۴)

عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ کے پاس مردوں کی بھیڑ رہتی ہے اس لیے ہم عورتوں کے لیے ایک دن مختص فرما دیجئے، اس پر آپ نے ایک دن ان عورتوں کے لیے مقرر کر دیا، چنانچہ ایک دن آپ نے ان کو نصیحت اور حکم بتائے، "راوی کہتے ہیں" چنانچہ آپ کی نصیحت میں سے ایک یہ نصیحت تھی کہ جس کسی عورت کے تین بچے انتقال کر گئے ہوں وہ بچے جہنم کی آگ سے خلاصی کا ذریعہ ہوں گے، ایک عورت نے عرض کیا کہ اگر کسی کے دو بچے، آپ نے فرمایا کہ دو بچے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کی تعلیم کے بارے میں فرمایا ہے:

"من کانت لہ ثلاث بنات أو ثلاث اخوات أو بنتان أو أختان فادبھن وأحسن الیھن وزوجھن فلہ الجنۃ"۔ (۷۵)

(۷۴) بخاری کتاب العلم، باب ھل یجعل للنساء علی حدۃ فی العلم۔
(۷۵) ابوداؤد باب فی فضل من عال یتامی۔

جس کے پاس تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں یا دو بیٹی یا بہن ہوان کی تربیت کی، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اوران کی شادی کرادی تو اس کے لیے جنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندیوں اور خادماؤں کو علم وادب سکھانے کی ترغیب دلائی ہے:

"..... ورجل كانت عنده أمة يطأها فأدبها فاحسن تاديبها وعلمها فاحسن تعليمها ثم اعتقها فتزوجها فله اجران". (۷۶)

جس شخص کے پاس کوئی باندی ہواوروہ اس کو عمدہ تہذیب وشائستگی سکھائے، اوراچھی تعلیم دلائے، اورپھراس کوآزادکرکے شادی کردے اس لیے دوہرااجر ہے۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انصار کی عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"نعم النساء نساء الانصار لم يمنعهن الحياء ان يتفقهن فى الدين". (۷۷)

انصار کی عورتیں بھی خوب تھیں کہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے میں حیاوشرم ان کے لیے مانع نہیں بنتی تھیں۔

ان ارشادات کی وجہ سے قرون اولیٰ میں خواتین کے درمیان بے پناہ تعلیمی بیداری آئی اورخواتین بھی علمی میدانوں میں غیر معمولی کارنامے انجام دئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام قابل ذکر ہے، حدیث، فقہ، شاعری، انساب، تاریخ وطب ہرفن میں ماہر تھیں بڑے بڑے صحابہ کرام آپ سے دینی علوم حاصل کرتے تھے۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنی فقاہت کی وجہ سے صحابہ کرام کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی

(۷۶) بخاری کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امتہ واھلہ۔
(۷۷) بخاری کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم۔

تھیں، اس کے علاوہ دیگر عورتوں کے بے شمار علمی وفقہی کارنامے کی ایک تاریخ ہے۔

جہاں تک تعلق عورتوں کی اس طرح کی تعلیم جس سے عورت کی حقیقت چھن جائے وہ تعلیم اسلام میں ناپسندیدہ ہے۔ واضح رہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں ایک علوم شرعیہ دوسرا علوم عصریہ۔

علوم شرعیہ میں سے عورتوں کے لیے ان تمام چیزوں کا علم حاصل کرنا ضروری ہے جن کے ذریعہ عقائد وایمان، عبادات، پردہ، لباس غیر محرموں اور محرموں کے ساتھ میل جول، حیض ونفاس وغیرہ کے احکام کو صحیح طور پر جان سکے، اسی طرح قرآن وحدیث اور فقہ میں کمال حاصل کرنا بھی مستحسن عمل ہے۔

علوم عصریہ میں عورتوں کے لیے علوم کا جاننا نہ صرف جائز ہے بلکہ مسلم معاشرے میں ایسی خواتین کا موجود ہونا بھی فرض کفایہ ہے، جو علم طب یا میڈیکل سائنس کی ان مختلف فروعات میں ماہر ہوں، جن کی عورتوں کی زندگی کے مختلف مراحل مثلاً ایام حمل، وضع حمل وغیرہ میں ضرورت پڑتی رہتی ہے، تاکہ عورتوں کو مرد ڈاکٹروں کے پاس جانے کی ضرورت نہ پڑے اور مردوں کے سامنے بے پردگی کی نوعیت اور غیر محرم کو اس کے ستر چھونے کی ضرورت پیش نہ آئے، اس طرح بعض اوقات عورتوں کو شوہروں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے اس کے مالی تعاون کی بھی ضرورت پڑسکتی ہے، لہذا عورت مختلف ایسے فنون میں مہارت حاصل کرسکتی ہے (مثلاً دست کاری، کپڑا بننے اور سلنے وغیرہ کا ہنر سیکھ سکتی ہے) جو عورتوں کی طبیعت کے موافق ہو، رہے وہ علوم جو عورتوں کی طبیعت کے مناسب نہ ہوں جیسے اداکاری وموسیقی کے علوم، تو ان کا سیکھنا عورتوں کے لیے شرعی طور پر درست نہیں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی قابل لحاظ رہے کہ عورتوں کو جو بھی تعلیم دی جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ تعلیم مخلوط نہ ہو اور پردے کی مکمل رعایت کرتے ہوئے عورتوں کو زنانہ تعلیم گاہوں میں عورتوں ہی

سے تعلیم دلوائی جائے۔(۷۸)

واضح رہے کہ عورتیں ہماری زندگی کا ایک اہم حصہ ہیں ان کو تعلیم سے محروم رکھنا ملت ومعاشرے کے لیے تباہی اور فتنہ وفساد کا ذریعہ ہے۔

موجودہ حالات میں معاشرے کی تعمیر کا کام صحیح طور پر خواتین انجام دے سکتی ہیں۔لڑکیوں کی تعلیم اس لیے بھی ضروری ہے کہ وہ خاندان کی بنیاد ہوتی ہیں ایک لڑکی کی تعلیم ایک خاندان کو تعلیم دینے کے برابر ہے کیوں کہ ماں ہی اصل بچے کی تربیت کرتی ہے اور دن ورات کے زیادہ حصے بچپن میں اولاد ماں کے پاس گزارتی ہے۔اس لیے کسی ماں کے لیے اپنے بچے سے الفت ومحبت کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ وہ ان کو بہتر تعلیم اور اچھی تربیت سے آراستہ کرے۔

مسلم معاشرہ کی خواتین گھریلو ہوتی ہیں ان کی خانگی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے باوجود روزانہ ان کے پاس وقت کا اتنا حصہ ہوتا ہے جس میں وہ چاہیں تو اپنے علم میں مطالعہ کے ذریعہ اضافہ کرسکتی ہیں مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ گھریلو زندگی میں خواتین کتابوں سے بالکل شغف نہیں رکھتی ہیں ان کو چاہیے کہ وہ طرز زندگی میں تبدیلی لائیں اور علم کو حاصل کریں اپنے مطالعہ کے ذریعہ معلومات میں اضافہ کریں۔اللہ انہیں اس کی توفیق دے۔(آمین)

(۷۸)المفصل فی احکام المرأۃ:۲۰۲/۴،ڈاکٹر عبدالکریم زیدان۔

خود کفیل نظام تعلیم

اسلام نے تعلیم وتعلم میں مشغولیت کو افضل ترین عبادت قرار دیا ہے،امت کا شعار علم ہے،علم کے لئے وقت خرچ کرنا،مال خرچ کرنا،نفلی عبادتوں میں مشغولیت کے بجائے تعلیم وتعلّم کے لئے کوشش کرنا،حلقہ لگانا افضل ترین عبادت اور جنت میں داخل کرنے والا عمل ہے ،تمام ایمان والوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ علم روشنی ہے،جس خاندان میں علم آتا ہے وہ خاندان روشن ہوجاتا ہے اور اس امر سے آگاہ ہونا چاہئے کہ موجودہ زمانہ میں جملہ ترقیات چاہے صنعت وتجارت ہو یا زراعت وملازمت یا سیاست سب کے راستے علم کے دروازے سے گذرتے ہیں،آج کامیابی اسی کے ہاتھ میں ہے جو علم واخلاق سے آراستہ ہو۔

ہندوستان کی آزادی کے بعد جو نظام تعلیم رائج کیا گیا وہ سیکولر نظام تعلیم ہے،جس میں بچوں کو زبان ،حساب ،تاریخ ،جغرافیہ،سائنس وغیرہ علوم پڑھائے جاتے ہیں جو بچے ان اسکولوں میں ابتدا ہی میں داخل ہوجاتے ہیں، وہ اگرچہ عصری علوم کے جانکار ہوجاتے ہیں مگر اس نظام تعلیم میں اللہ اور اس کے رسول، توحید وعبادت ،قرآن وحدیث اور اخلاقی تعلیم کا کوئی بھی حصہ نہ ہونے کی وجہ سے بچے ان سب چیزوں سے بالکل خالی ہوتے ہیں اور وہ ذہنی طور پر ارتداد کے کنارے پہونچ جاتے ہیں،امارت شرعیہ نے نئے نظام تعلیم کے لاگو ہونے کے زمانہ ہی سے اس لادینی نظام تعلیم کی خرابیوں اور برے اثرات سے بچنے کے لئے امت کو اپنا ابتدائی دینی نظام تعلیم قائم کرنے پر زور دیا،جس کا بڑی حد تک اثر ہوا۔مگر ضرورت ایک ایسی تعلیمی تحریک کی ہے جو پورے مسلم معاشرہ میں تعلیمی انقلاب برپا کردے اور ایک ایسا سماج تشکیل پائے، جس کا ہر فرد علم سے آراستہ ہو اور کوئی فرد ناخواندہ نہ رہے،امارت شرعیہ نے چھوٹے بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے خود کفیل مکتب اور اسکول قائم کرنے کا جامع منصوبہ

بنایا ہے۔جس کے ذریعہ شہرودیہات، بڑی آبادی اورچھوٹی آبادی ہرایسی جگہ جہاں مسلمان بستے ہوں وہاں اپنادینی نظام تعلیم قائم کرسکتے ہیں۔

اس تعلیمی نظام کے لئے مسجد کومرکز بنایا جائے،اور ہرایسی آبادی میں جہاں مسلمان بستے ہوں اوروہاں الگ سے مکتب قائم نہ ہومسجدوں کوتعلیمی مرکز کےطور پراپنایا جائے اور جہاں مکتب قائم ہو وہاں مکتب میں تعلیم دی جائے۔(۱)ایسی تمام چھوٹی آبادی جہاں زیادہ سے زیادہ چالیس خاندان آبادہوں وہاں مسجد کےامام ومؤذن کے ذریعہ دینی تعلیم دی جائے اور جہاں مسجد کےامام ومؤذن نہ ہوں وہاں امام ومؤذن مقررکرکےان سے یہ خدمت لی جائے،اس طرح امام وموذن صاحبان کے ذریعہ آسانی سے دینی تعلیمی نظام قائم کیا جاسکتا ہے۔(۲)اورجوآبادی بڑی ہواوروہاں صرف امام وموذن کے ذریعہ آبادی کے تمام بچوں کے دینی تعلیم کانظام قائم نہ ہوسکتا ہووہاں الگ سے معلم رکھے جائیں، یہ معلم طلبہ کی تعداد اوردرجات کے اعتبار سے رکھے جائیں اور ان آبادیوں میں علاحدہ دینی مکتب قائم کیا جائے،اگر پہلے سے قائم ہےتوانکی ترقی کے لئے کوشش کی جائے ،اگرکسی آبادی کے بچے سرکاری عصری اسکول میں پڑھتے ہوں تو ان کے لئے صباحی یاشبینہ مکتب کا نظام قائم کیا جائے، جہاں وہ قرآن مجیداوردین کےضروری مسائل سیکھیں اورجہاں بچوں کے لئے اول سے پانچویں درجہ تک مکتب چلانا ممکن ہووہاں ابتداہی سے بچوں کو پانچویں درجہ تک ایسے مکتبوں میں تعلیم دی جائے۔

اس تعلیمی نظام کودرست کرنے اورقائم رکھنے کے لئے روپے کی ضرورت ہوگی اور یہ روپےشہروں اوردیہی آبادیوں میں درج ذیل طریقے پراکٹھے کئے جائیں۔

شہری آبادی میں جہاں لوگوں کے لئے بچے کی تعلیم پرروپے خرچ کرنے میں دشواری نہیں ہوتی ہے، وہاں پر پڑھنے والے بچے سے تین طرح کی فیس لی جائے۔ داخلہ فیس(۲) ششماہی وسالانہ امتحان فیس(۳) ماہانہ تعلیمی فیس،فیس کی رقم مشورہ سے طےکرکےمتعین کی جائے۔

اسی طرح شہری آبادی میں جولوگ مخلص، دیندارواورصاحب خیر ہوں ان سے ماہانہ کچھ خصوصی عطیہ لیا جائے۔سال میں کچھ خاص مواقع پرتعلیمی تعاون کے نام سےعمومی

عطیہ کی اسکیم چلاکررقم جمع کی جائے۔

دیہی آبادی جہاں مسلمانوں کی اکثریت آباد ہے اورعموماً وہاں کے لوگ متوسط زراعت پیشہ یاغریب مزدورہوتے ہیں،ایسی جگہوں میں درج ذیل طریقے اختیار کئے جائیں۔

(مٹھّیااسکیم)اس کا مطلب یہ ہے کہ آبادی کے ہرمسلمان گھر میں رواج ڈالا جائے کہ جب بھی کھانا پکانے کے لئے جوغلہ(چاول یا آٹا) نکالا جائے ،ایک مٹھی اس میں سے ایک خاص برتن میں الگ کردیا جائے اور ہرہفتہ اس کوایک جگہ جمع کردیا جائے ،اس طرح مہینہ بھرمیں جوغلہ جمع ہوجائے وہ ایک بارفروخت کردیا جائے ،جورقم آئے اسے تعلیمی منصوبہ پرخرچ کیا جائے۔

دیہی آبادی میں زراعت پیشہ افراد کا سرمایہ کھیتی کی آمدنی ہے، اس لئے سال میں کھیتی کٹنے کے موسم میں فراہمی غلہ کی خصوصی اسکیم چلائی جائے اور ہرزمین دار سے کچھ غلہ حاصل کرکے جمع کیا جائے، جب ایک جگہ جمع ہوجائے تو اس کوفروخت کرکے کام میں لایا جائے۔

دیہی آبادی میں سال کے خاص موسم عیدالفطروعیدالاضحیٰ ودیگرمناسب موقع پر ہنگامی عطیات جمع کرنے کی تحریک کی جائے اورترغیب دی جائے تاکہ لوگ تعلیمی فنڈ میں رقم دیں۔

اسی طرح دیہی آبادی کے وہ تعلیم یافتہ برسرروزگاریاتجارت پیشہ افراد جووہاں رہتے ہیں ان سے تعلیمی فنڈ میں خصوصی ماہانہ عطیہ کی رقم لی جائے۔عام مسلمانوں کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ جس طرح وہ اپنے بچے کے کھانے، کپڑےاوردواعلاج پرخرچ کرتے ہیں اور یہ خرچ ضروریات زندگی میں ہے،اسی طرح ہرشخص اپنے بچے کی تعلیم وتربیت پرخرچ کرےاوراس بات پرغورکرے کہ وہ بچہ کے کھانے کپڑے پر ماہانہ جتنی رقم خرچ کرتا ہےاس کے مقابلہ میں کتنی رقم بچوں کی تعلیمی فیس، کتاب،قلم کاغذ پرخرچ کرتا ہے

اس نظام کو چلانے کے لئے ہرآبادی کے ذی شعوروا صحاب خیرحضرات پرمشتمل ایک مشاورتی مجلس قائم کی جائے اوران میں سے کسی ایک معتمدومخلص شخص کواس تعلیمی

نظام کا ذمہ دار مقرر کیا جائے جو اس کی پوری نگرانی کرے، جہاں امارت شرعیہ کے نقیب موجود ہوں وہ اس ذمہ داری کو ادا کریں اور مشاورتی مجلس بنائیں، جس میں چار یا پانچ ممبران ہوں اور ان کی مدت پانچ سال رکھی جائے۔ صدر، سکریٹری اور خازن پر مشتمل اس کمیٹی کی جانب سے بینک میں کھاتا کھولا جائے اس مجلس میں ہر سال کا باضابطہ حساب وکتاب ہو اور تعلیمی امور پر مشورے ہوں، مشاورتی مجلس اپنے گاؤں/محلّہ کے بارے میں جائزہ بھی لے کہ کتنے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور کتنے ایسے ہیں جو نہیں پڑھ رہے ہیں پھر ان کے والدین کو ترغیب دے کر ان بچوں کو مکتب میں بیٹھایا جائے۔

ایک بڑا مرض مسلم معاشرہ میں یہ آگیا ہے کہ جو بچے اسکول یا مدرسوں میں پڑھنے کے لئے جاتے ہیں، ان میں نصف بچے دوران تعلیم ہی اسکول ومدرسہ چھوڑ دیتے ہیں، اس لئے اس تعلیمی انقطاع کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے، اور غریب لڑکوں کی کتابوں اور تعلیمی فیس کے لئے اصحاب خیر سے تعاون لے کر امداد کی جائے، آبادی میں جو لڑکے اسکول ومدرسہ میں پڑھتے ہیں اور وہ ذہین وسمجھدار ہیں ان کی حوصلہ افزائی بھی کی جائے اور مکتب کی طرف سے سالانہ نتائج امتحان کے اعلان کی تقریب منعقد کی جائے اور ان بچوں کو انعامات بھی دیئے جائیں، ایسا کرنے سے آبادی میں ایک تعلیمی فضا پیدا ہوگی۔

آبادی کی مشاورتی مجلس کو اپنی آبادی کی لڑکیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ تعلیم میں مسلم لڑکیاں بہت پیچھے ہیں اس کی وجہ سے ان کے عقائد بھی درست نہیں ہوتے ہیں اور پاکی وناپاکی، حلال وحرام اور عبادت کے مسائل سے واقفیت نہیں ہوتی حفظان صحت کے مبادی کا علم نہیں رکھنے کی وجہ سے بڑے بڑے مسائل ومشکلات پیدا ہو رہے ہیں، اس لئے لڑکیوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینے کی تحریک چلائی جائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھا جائے، جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''جس کے پاس لڑکیاں ہوں اور اس نے ان کی بہتر تعلیم اور اچھی تربیت کی، وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا، ابتدائی درجہ سے لے کر پانچویں درجہ تک لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کے ساتھ مکتب میں دی جائے اور اس کے بعد ان کی تعلیم کے لئے الگ

ادارہ قائم کیا جائے اور ہر حال میں پردہ کا خاص خیال رکھا جائے اور انکو اپنی عصمت وناموس کے تحفظ اور بے حجابی سے گریز کی تاکید کی جائے۔

نصاب تعلیم طلباء کی نفسیات اور موجودہ ضرورت کے پیش نظر مرتب کیا گیا ہے اس کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں: (۱) بچوں کو بنیادی تعلیم ان کی مادری زبان میں دی جائے اس اصول کے پیش نظر تعلیم وتدریس کی زبان اردو رکھی گئی ہے۔ (۲) اس نصاب کا بنیادی محور قرآن مجید اور دینیات ہے، قرآن مجید کو صحت مخارج کے ساتھ پڑھانے پر زور دیا گیا ہے۔ (۳) بچوں کے عقیدے کی درستگی اور ان کی اخلاقی تربیت کے لئے عمر اور نفسیات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ (۴) مضامین اور کتابوں کے انتخاب میں اس کی رعایت کی گئی ہے کہ ان کتابوں کے پڑھنے سے بچوں میں مطلوبہ استعداد پیدا ہو، ان کا ذہن دینی بنے، اور ان کتابوں کی فراہمی آسان ہو۔ جہاں یہ کتابیں دستیاب نہ ہوں ان کی جگہ دوسری کتابیں رکھی جاسکتی ہیں۔ جو لڑکے اور لڑکیاں سرکاری، غیر سرکاری اسکولوں میں باضابطہ پڑھتے ہیں وہاں ان کو قرآن اور دینیات نہیں پڑھایا جاتا ہے، ذیل کا نصاب ایسے ہی بچوں کے لئے ہے، اس میں ان کے لئے قرآن مجید اور دینی تعلیم مسائل وعقائد کی کتابیں پڑھانے کے لئے رکھی گئی ہیں اس لئے ایسے طلبہ کو صبح و شام مکتب میں اس نصاب کے مطابق تعلیم دی جائے۔

سال اول: درسی تعلیم: (الف) نورانی قاعدہ یا یسرنا القرآن (پہلی ششماہی) (ب) پارہ عم نصف اول (دوسری ششماہی) عملی تعلیم زبانی کلمہ اول تا سوم، ایمان مجمل، ایمان مفصل، مسنون دعائیں، وضو (زبانی وعملی) اردو کا قاعدہ۔

سال دوم: درسی تعلیم: پارہ عم نصف آخر، قرآن ۱/ تا ۵ پارہ صحت مخارج کے ساتھ حفظ سورہ فاتحہ اور سورہ الم ترکیف تا سورۃ الناس، گیارہ سورتیں، کلمہ چہارم تا ششم، حمد اور نعت (حفظ) تیمّم وغسل کا طریقہ (زبانی وعملی) اردو کی پہلی۔

سال سوم: قرآن مجید ناظرہ صحت مخارج کے ساتھ روانی از پارہ ٦ تا ١٥ حفظ سورتوں کا اعادہ سورۃ زلزال سے سورۃ ہمزۃ تک چھ مزید سورتوں کا حفظ، تعلیم الاسلام

حصہ اول اوراخلاق کی تعلیم کے ساتھ سوانحی اخلاقی قصے سنائے جائیں یا اسلامی معلومات حصہ اول، نماز کے اوقات (زبانی)۔

سال چہارم : قرآن مجید ناظرہ صحت مخارج کے ساتھ از پارہ ۱۶ تا ۳۰ مکمل/ حفظ سورتوں کا اعادہ الم ترکیف سے سورہ فاتحہ ترجمہ حفظ، تعلیم الاسلام، حصہ دوم یا اسلامی معلومات حصہ دوم، نماز کے فرائض وواجبات (زبانی)۔

سال پنجم : (الف) قرآن مجید، سورہ یسین، سورہ واقعہ، سورہ ملک حفظ (ب) منہاج العربیہ اول ودوم (ج) اسلامی معلومات حصہ سوم۔ نماز کی عملی مشق۔

نوٹ: جو طلبہ کسی اور جگہ نہ پڑھتے ہوں ان کے لئے عصری علوم خصوصا حساب، انگریزی اور ہندی کی کتابیں اساتذہ حسب سہولت مقرر کریں اور پڑھائیں معیار میں اس کا خیال رکھیں کہ طلبہ اسکول یا مدرسہ جس طرف جانا چاہیں، آگے کی تعلیم میں دشواری نہ ہو۔

اس سلسلے میں آخری بات یہ کہنی ہے کہ معلمین اور ذمہ داران مکتب ومدرسہ تعلیم وتعلم کے لئے اپنا وقت لگانے میں اللہ کی رضا وخوشنودی کی طلب کو مقصود بنائیں اور ان اعلیٰ اخلاق کو اپنائیں، جن کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نشان دہی کی ہے اور ریا وحسد سے بچیں اور دوسرے کی تحقیر کا طریقہ نہ اپنائیں، بالخصوص اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ کے ساتھ اس طرح نرمی واخلاق سے پیش آئیں اور ایسی شفقت کریں جیسا باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے وہ اپنے درجہ میں طلبہ کی حاضری وغیر حاضری، جسم وکپڑے کی صفائی اور اخلاق وکردار کی بلندی پر خصوصی دھیان (توجہ) دیں اور بچوں کی نفسیات کی رعایت کرتے ہوئے اپنی تعلیم کو پرکشش بنائیں، اگر اس طرح محنت کی گئی تو چند برسوں میں اس کے واضح اور بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔ (انشاء اللہ)

ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی صورتحال

مسلمانوں کے تعلیمی، اقتصادی اور سماجی حالات معلوم کرنے کے لئے وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ نے مارچ 2005ء میں ایک اعلی اختیاراتی کمیٹی تشکیل دی تھی۔ دہلی ہائی کورٹ کے سابق جسٹس راجندر سچر کی قیادت والی اس کمیٹی کے چھ دیگر ارکان تھے جن کے نام یہ ہیں۔ جسٹس راجندر سچر، جناب سید حامد، ڈاکٹر ٹی کے اومن، جناب ایم اے باسط، ڈاکٹر راکیش بسنت، ڈاکٹر اختر مجید اور ڈاکٹر ابوصالح شریف جو اس کے ممبر سکریٹری بھی تھے۔ تعلیم سے متعلق اس کمیٹی کی رپورٹ کا خلاصہ درج ذیل ہے:

تعلیم کے شعبہ میں مسلمانوں کی نمائندگی بہت ہی کم ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ چار فی صد سے بھی کم مسلمان ہی گریجویٹ ہیں جب کہ ان کے مقابلے میں 15.3 فی صد ہندوؤں، 4.4 فی صد اوبی سی، 2.2 فی صد شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب اور 3.4 فی صد مسلمان ہیں۔ مزید برآں ایک بے بنیاد پروپگنڈہ کے بالکل برعکس صرف چار فی صد مسلم بچے مدارس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور وہ بھی اس وجہ سے کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی بڑی آبادیاں ہیں وہاں میلوں تک سرکاری پرائمری اسکول نہیں ہیں اور جہاں اس طرح کے اسکول ہیں تو مسلم بچے وہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ دوسری طرف دیگر فرقوں کے مقابلے میں دوران تعلیم تعلیمی سلسلہ ترک کرنے والوں میں مسلم بچوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے اور اس کی واحد وجہ ان کی بدحالی اور افلاس ہے۔ کیوں کہ یہ بچے گھریلو اخراجات کو پورا کرنے کے لئے اپنے والدین کا ہاتھ بٹانے کے لئے مجبور ہیں۔ مختلف علاقوں خاص کر مضافات میں مادری

زبان کے ذریعہ تعلیم دینے کا کوئی نظم نہیں ہے۔

مسلمانوں میں تعلیم کی شرح کا جہاں تک تعلق ہے تو 2001 کی مردم شماری رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے سچر کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ مسلم خواندگی کی شرح قومی شرح خواندگی سے کم ہے۔ یہ فرق دیہی علاقوں کے مقابلے میں شہری علاقوں میں زیادہ ہے جہاں تک خواتین کی تعلیم کا تعلق ہے تو شہری علاقوں میں بھی یہ فرق کافی نمایاں ہے۔ شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب کے مقابلے میں مسلم شرح خواندگی کم ہے۔ رپورٹ کے مطابق 1965 میں شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب کی خواتین میں شرح خواندگی 40 فی صد تھی لیکن 2001 میں یہ شرح 83 فی صد سے بھی زائد ہوگئی جب کہ 1965 میں مسلم خواتین کے تعلق سے یہ شرح 52 فی صد تھی جو 2001 میں 80 فی صد تک پہنچ گئی۔ یعنی شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب کی خواتین کے مقابلے میں مسلم خواتین 3 فی صد پیچھے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ 6 سے 14 سال کی درمیانی عمر والے 25 فی صد مسلم بچے یا تو کبھی اسکول نہیں جاتے یا درمیان میں ہی تعلیم ترک کر دیتے ہیں۔ 25 انڈر گریجویٹ طلباء میں سے صرف ایک اور 50 پوسٹ گریجویٹ طلباء میں سے صرف ایک بڑے کالجوں میں داخلہ لیتے ہیں۔ غریب مسلم خاندانوں میں گریجویٹوں کی شرح جو پوسٹ گریجویٹ تک پہنچتے ہیں وہ بہت کم ہیں۔ جب کہ ہندوؤں میں یہ شرح 29 فی صد، شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈلڈ ٹرائب میں 28 فی صد اور او بی سی میں 23 فی صد لیکن مسلمانوں میں یہ شرح صرف 16 فی صد ہے۔ مسلم گریجویٹوں میں بے روزگاری بہت زیادہ ہے جہاں تک مسلم او بی سی طبقات کا تعلق ہے تو وہ دیگر ہندوؤں او بی سی سے بھی بہت نیچے ہیں۔ البتہ کمیٹی نے کرناٹک اور مہاراشٹر کی مثال پیش کرتے ہوئے یہ ضرور کہا ہے کہ ان دونوں ریاستوں میں اردو مڈیم اسکول تمام متعلقہ لوازمات کے حامی ہیں۔

ریزرویشن کے فوائد کا حوالہ دیتے ہوئے کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ

شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب کے لوگوں نے اس سہولت سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے۔ چنانچہ کمیٹی کا یہ کہنا ہے کہ مسلمانوں کو بھی ان کی سماجی اقتصادی اور تعلیمی پسماندگی کے پیش نظر ''اثباتی اقدام'' کی صورت میں سہولتیں ملنی چاہئے۔ کیوں کہ مسلمانوں کی جو صورت حال ہے اس کے پیش نظر دستور دفعہ: ۳۴۰ر اور ۳۴۱ر کی معنویت ختم ہو جاتی ہے۔

تعلیم سے مسلمانوں کی محرومی اس رپورٹ سے صاف ظاہر ہوتی ہے۔ پرائمری سطح سے لے کر اعلی تعلیمی سطح تک مسلمانوں کا تعلیمی زوال بہت ہی افسوس ناک ہے اور بعض اعتبار سے وہ نہایت ہی ابتر حالت میں ہیں۔ مسلم لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیمی حالت اور بھی ناگفتہ کہی جائے گی۔ اس صورت حال کے اسباب مختلف ہیں اور جن کا تعلق غریبی سے لے کر امتیازی سلوک تک ہے۔ ان کے درمیان تعلیمی ماحول تقریباً ختم ہے اگرچہ مجموعی صورت حال بہت خراب ہے پھر بھی حالیہ برسوں میں مسلمانوں کے اندر حصول تعلیم کا رجحان بڑھا ضرور ہے اور ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو سہارا دیا جائے۔ ایسی پالیسیاں اختیار کی جائیں کہ یہ رجحان نہ صرف برقرار رہے بلکہ اس میں اضافہ بھی ہو اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اسکولی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے۔ چودہ سال کی عمر تک مفت اور لازمی تعلیم کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ مسلمانوں کی تعلیمی حالت کو سدھارنے کے لئے مذکورہ معاملے میں حکومت کو پابند عہد ہونا ہوگا نہ صرف مسلمانوں کے معاملے میں بلکہ سماجی اور اقتصادی اعتبار سے تمام محروم طبقات کے معاملے میں بھی۔

مزید برآں اس سلسلے میں جو امور خصوصی توجہ کے مستحق ہیں ان میں درسی کتابوں کی فراہمی بھی شامل ہے۔ ایسی درسی کتابیں تیار کرائی جائیں جس سے بچوں کے اندر اعلی سماجی قدروں کا احساس پیدا ہو۔ کمیٹی کی تجویز ہے کہ اسکول کی درسی کتابوں پر نظر ثانی کی جائے۔ اس سے ایسے اسباق نکال دیئے جائیں جن سے مذہبی عدم رواداری کا جذبہ پیدا ہوتا

ہو اور نا مناسب سماجی رجحان کو فروغ ملتا ہو۔ دس سال سے کم عمر بچوں کی تعداد سب سے زیادہ مسلمانوں میں ہے اور ان کی شرح 27 فی صد ہے جب کہ قومی سطح پر یہ شرح 23 فی صد ہے۔ پرائمری اسکولوں میں داخلہ کی شرح میں اضافہ کے حالیہ رجحان کے باوجود یہ شرح پھر بھی سب سے کم ہے۔ لہذا یہ حقائق مسلمانوں کے اندر پرائمری تعلیم کے فروغ کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس لئے 14 سال کی عمر تک کے مسلم بچوں کی پرائمری تعلیم کو یقینی بنانے کے لئے معیاری تعلیم تک ان کی رسائی بہت ضروری ہے اس مقصد کے لئے خصوصی تعلیمی مراکز قائم کئے جائیں۔ مسلم آبادی والے علاقوں میں اعلی قسم کے سرکاری اسکول کھولے جائیں۔ لڑکیوں کے لئے خصوصی اسکول قائم کئے جائیں اور مسلم بچوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دینے کے لئے پرائمری اسکول کھولے جائیں جہاں اردو کے ذریعہ تعلیم کا مناسب نظم ہو۔ اس مقصد کے لئے بھی جے این یو آر ایم کے فنڈ سے مدد لی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ سبھی جانتے ہیں کہ مسلم طلبا و طالبات کی اکثریت میٹرک کے امتحان میں ہی ناکام رہتی ہے۔ یا اس کے قبل ہی تعلیم ترک کر دیتی ہے لہذا عمر کے اس گروپ کے لڑکے اور لڑکیوں کے لئے جو مڈل تک اپنی تعلیم مکمل کر چکے ہیں اور کسی سبب سے تعلیم جاری رکھنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں ان کے لئے مختلف نوعیت کی پیشہ وارانہ تعلیم کا نظم کیا جائے۔ لیکن چونکہ آئی ٹی آئی اور پولی ٹیکنک میں جہاں مختلف نوعیت کے پیشہ وارانہ کورس چلائے جاتے ہیں داخلہ کے لئے کم از کم تعلیمی صلاحیت انٹر ہے لہذا کمیٹی کی تجویز ہے کہ ان اداروں میں کم از کم تعلیمی صلاحیت میٹرک کر دی جائے، ایسے تربیتی پروگرام شروع کئے جائیں جن کے فروغ کے وسیع امکانات ہوں یہ تربیتی ترغیبات بھی ان علاقوں میں شروع کی جائے جہاں بڑی مسلم آبادیاں ہوں اور تیسرے یہ کہ مدارس تک ان ترغیبات کی توسیع کی جائے۔

مسلمانوں میں اعلی تعلیم کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ یقیناً بڑے خسارے میں ہیں اور درج فہرست ذات وقبائل کے استثناء کے ساتھ یہ خسارہ سماجی اور مذہبی زمرے کے تمام

افراد ہیں بہت زیادہ ہے اس خسارے کو پورا کرنے کا بہترین طویل مدتی طریقہ یہ ہے کہ مسلم بچوں کی اسکولی سطح تک کی تعلیم مکمل کرائی جائے۔

درمیانی اور قلیل مدتی طریقہ کار دو طرح کے ہو سکتے ہیں۔ اول تو یہ کہ یونیورسیٹی گرانٹس کمیشن کو کالجوں اور اسکولوں کے لئے مختص شدہ رقم کے ایک حصہ کو طلبا کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لئے ایک حکمت عملی وضع کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ پرائیویٹ کالجوں اور ان کالجوں کو بھی جو اقلیتوں کے زیر انتظام ہیں اور جن کا یونیورسیٹیوں سے الحاق بھی ہے اور جو ریاستی اداروں سے تسلیم شدہ ہیں انہیں بھی اضافی فنڈ فراہم کیا جاسکتا ہے۔ اگر ان کے یہاں طلبا کی متنوع تعداد ہے اور جو مناسب فیس لیتے ہیں۔ اس قسم کے مقاصد کے لئے بھی مناسب اور متنوع اشاریہ تیار کرنے ہوں گے۔ آندھرا پردیش، کرناٹک، اور تامل ناڈو جیسی ریاستوں کے مسلمانوں نے متعدد پیشہ وارانہ تعلیمی ادارے قائم کر رکھے ہیں جو ان کے ہی زیر انتظام بھی ہیں۔ ان اداروں نے مسلمانوں اور دیگر اقلیتی فرقوں کے لئے اعلی تعلیم کے نئے مواقع فراہم کئے ہیں لہذا ان کا حوصلہ بڑھانے کی ضرورت ہے لیکن طلبا کے معاملے میں وہاں بھی تنوع کو پیدا کرنا ہوگا۔ تعلیمی اور دیگر فیسوں کی کم شرح رکھنے کی شرط پر ان تعلیمی اداروں کو بھی سرکاری مالی امداد دی جانی چاہئے۔ لیکن یہ بھی ایک سچائی ہے کہ اسی فرقہ کے غریب طلبہ کی رسائی ان اقلیتی تعلیمی اداروں تک نہیں ہو پاتی، کم فیس اور میرٹ اور امدادی اسکالرشپ (وظائف) کے ذریعہ اقلیتی فرقہ سے تعلق رکھنے والے غریب طلبہ کے داخلہ کے معاملے میں مدد کی جاسکتی ہے۔ دوم یہ ہے کہ سماجی اور مذہبی زمروں سے تعلق رکھنے والے جو بے حد غریب طلبا ہیں ان کے لئے یونیورسیٹیوں اور آٹونمکس کالجوں میں داخلہ کے لئے کوئی متبادل صورت نکالنے کی بھی ضرورت ہوگی

اس سلسلے میں سرکاری مالی تعاون کا ایک اہم کردار ہوگا۔

اقلیتی فرقہ کے طلبا کے لئے مناسب شرح پر ہوسٹل کی سہولت کی فراہمی ترجیحی بنیادوں پر ہونی چاہئے اگر چہ تمام اقلیتی فرقہ کے طلبا کو اس کی ضرورت ہے مگر شہروں میں زیر تعلیم طالبات کو اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ کیوں کہ اگر انہیں ہوسٹل کی سہولت میسر آ جاتی ہے تو وہ اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھ سکیں گی کالجوں میں زیر تعلیم طلبا کے لئے بھی ہوسٹلوں کی ضرورتوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ شہروں میں مکانات کے کرایہ اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ غریب گھرانوں کے طلبا و طالبات کے لئے ان کا بوجھ اٹھانا مشکل ہوتا ہے۔ زیادہ کرایہ کے علاوہ یہ بات بھی مشاہدہ میں آتی رہی ہے کہ مسلمانوں کے لئے کرایہ کا مکان حاصل کرنا بالعموم مشکل ہوتا ہے ہوسٹلوں کے سلسلے میں اس فرقہ کے اشتراک سے اس طرح کی سہولتیں مہیا کی جاسکتی ہیں۔ ایک مسئلہ بوڈنگ ہاؤس کا بھی ہے اگر اقلیتی فرقہ کے غریب اور پسماندہ طبقات کے لئے بورڈنگ ہاوسوں کی مناسب سہولتیں دستیاب ہوجائیں تو ان کے درمیان ترک تعلیم کے رجحان پر بہت حد تک قابو پایا جاسکتا ہے اس سے تعلیم کے تعلق سے دوستانہ ماحول بھی پیدا ہوگا۔ مرکز نے تعلیمی اعتبار سے پسماندہ گروپوں کی تعلیمی حیثیت کو بہتر بنانے کے لئے جو خصوصی فنڈ قائم کر رکھے ہیں ان کا کچھ حصہ مذکورہ بالا ترغیبات پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے۔ مزید یہ کہ اقلیتوں کی حصہ داری کی ہمت افزائی ہونی چاہئے۔ مسلم اوقاف کو یہ ترغیب دینے کی ضرورت ہے کہ اس کس قسم کی کوششوں میں اپنے اثاثے کو استعمال کریں اس کے علاوہ غیر سرکاری رضا کار ایجنسیوں کو جو عطیات دی جاتی ہیں ان کا استعمال بھی ان مقاصد کے لئے ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ٹیچروں کی تربیت کو بھی لازمی بنانا اور اسے نصاب میں شامل کرنا ضروری ہے۔ اور اس کی نگرانی نیشنل کونسل آف ٹیچر ایجوکیشن (NCTE) کے سپرد کر دیا جائے۔ ایک دوسرے مسئلے کا تعلق مسلم اسکول ٹیچروں خاص

کر خاتون ٹیچروں کی کمی کا بھی ہے اس وقت جو حالات ہیں ان کی وجہ سے بی ایڈ (B.Ed) کورس میں مسلمانوں کا داخلہ بہت ہی محدود ہوتا ہے۔ لیکن پارا ٹیچروں کی حیثیت سے مسلمانوں کی تقرری کی جاسکتی ہے۔ کبھی اردو میڈیم سے پڑھانے والے دو چار ٹیچر ہی ہوا کرتے تھے لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ریاستی حکومتیں اردو میڈیم والے اسکول کھولیں اس کے لیے اردو میڈیم والے باصلاحیت ٹیچروں کی ضرورت ہوگی۔ ایسے ٹیچروں کو ترجیح دی جائے جو اردو میڈیم سے پڑھا سکتے ہیں خاص کر ان علاقوں میں جہاں اردو بولنے والوں کی بڑی آبادی ہے وہاں ٹیچر ٹریننگ کیلئے اردو میڈیم کو اختیار کرنا پسندیدہ ہوگا۔

یہ صحیح ہے کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں اگر چہ بظاہر کچھ ایسا ہی نظر آتا ہے۔ یہ زبان نظر انداز کی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اردو بولنے والے اپنی مادری زبان میں تعلیم نہیں حاصل کر پا رہے ہیں۔ اس زبان کو نظر انداز کئے جانے کی وجہ سے اردو میڈیم اسکولوں کی کارکردگی بھی نہایت ناقص ہوگئی ہے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اردو ٹیچروں کی فراہمی کے لئے اردو زبان کی حمایت کی جائے ثانوی تعلیم کے سلسلے میں سہ لسانی فارمولہ پر عمل کیا جائے تا کہ ہندی بولنے والے علاقے میں اردو کے لئے گنجائش نکل سکے۔ ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اردو اسکولوں کے ٹیچر اردو ہی سے ناواقف ہوتے ہیں یہ صورت حال اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ اردو ٹیچروں کے عہدے درج فہرست ذات وقبائل کے ٹیچروں کے لئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان برادریوں سے تعلق رکھنے والے ٹیچر دستیاب نہیں ہیں لہذا اس صورت حال کو فوری طور پر بدلنے کی ضرورت ہے۔ ملک کے جن حصوں میں اردو میڈیم اسکولوں کا مطالبہ ہو اس پر فوراً عمل ہونا چاہئے۔ اردو میں معیاری درسی کتابوں کی فراہمی بھی بہت ضروری ہے۔ ریاستوں میں سرکاری امداد پانے والے اور سرکاری اسکولوں میں بھی اردو کو ایک

اختیاری زبان کی حیثیت سے درسیات میں شامل کیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کے اندر تعلیم کے فروغ میں مدارس نے ایک بہت اہم کردار ادا کیا ہے اور بعض حالات میں تو ان کی نوعیت خاص دھارے والے تعلیم کی بھی ہے ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو نصابی اعتبار سے جدید کاری کے عمل سے گذر رہے ہیں۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ صرف 4 فی صد بچے ہی مدارس میں تعلیم پاتے ہیں مدرسوں کو اسکولوں کا متبادل نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ انہیں ایک تعلیمی معاون کی حیثیت سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ایک ایسا میکانزم تیار کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کے مدرسوں کو اعلی ثانوی تعلیم سے جوڑا جاسکے۔تاکہ مدرسہ کے فارغین اگر چاہیں تو ان اسکولوں میں داخلہ لے سکیں۔مدرسہ کی ڈگریوں کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ سول سروس، بینک دفاعی خدمات وغیرہ کے مقابلہ جاتی امتحانات میں شریک ہونے کے قابل ہوسکیں۔ 1990 میں مدرسوں کی جدید کاری کی ایک اسکیم تیار کی تھی یہ صحیح سمت میں ایک صحیح قدم تھا۔لیکن خامیوں اور رکاوٹوں کی وجہ سے اس پر عمل نہیں ہوسکا اور اس کا تعلق مضامین کے انتخاب، باصلاحیت اساتذہ کی کمی اور جدید مضامین کے پڑھانے کے لئے جگہوں وغیرہ کی کمی سے تھا۔حکومت کو چاہئے کہ وہ اس پر نظر ثانی کرے اور اس کے احیاء کے لئے اقدامات کرے۔(۷۹)

(۷۹) خلاصہ رپورٹ سچر کمیٹی، متعلق تعلیم۔

بہار کے مسلمانوں کی تعلیمی صورتحال

بہار ریاستی اقلیتی کمیشن کی طرف سے اقلیتوں کی تعلیمی، معاشی اور سماجی صورتحال کی جانکاری کے لیے تحقیقاتی تنظیم ''آدری'' کو منتخب کیا گیا تھا جس نے اپنی رپورٹ ۲۰۰۶ء میں پیش کی اس رپورٹ میں تعلیم سے متعلق جو کچھ تھا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے!

(۱) غریبی کے سبب مسلم گھرانوں کے بچوں کی ایک بڑی تعداد سرکاری اسکولوں میں جاتی ہے جہاں نصف سے زیادہ مسلم طلبہ تعلیم پاتے ہیں، دیہی بہار میں سرکاری اسکول سب سے کم خرچ والا تعلیمی ادارہ ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی تعلیمی اداروں کی ناقص کارگردگی کے سبب دیہی علاقوں کے 17.7 فی صد اور شہری علاقوں کے 32.2 فی صد مسلم طلبہ پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں لیکن یہ بہت ہی معمولی قسم کے پرائیویٹ اسکول ہوتے ہیں۔وہ ایسے زیادہ مصارف والے اسکولوں کو نہیں جاتے جہاں صرف خوش حال گھرانوں کے طلبا ہی تعلیم حاصل کرسکتے ہیں۔

(۲) درسی کتابوں کی دستیابی سب سے معمولی مگر ضروری تعلیمی سہولت قرار پائی ہے لیکن دیہی اور شہری علاقوں کے صرف دو تہائی مسلم طلبہ کو ہی درسی کتابیں دستیاب ہوتی ہیں۔مسلم طلبا کا دسواں حصہ درسی کتابوں سے بالعموم محروم ہی رہتا ہے۔

(۳) دیگر سہولتوں کا جہاں تک تعلق ہے تو دیہی علاقوں کے صرف 24 فی صد طلبا کو سرکاری مالی امداد ملتی ہے جب کہ شہری علاقوں میں یہ شرح صرف 13.8 فی صد ہے۔مسلم گھرانوں میں جو غریبی ہے اس کو دیکھتے ہوئے امداد کی یہ سطح بالکل ناکافی مانی

جائے گی ۔اسکولوں میں ناقص درس وتدریس کی وجہ سے پرائیویٹ ٹیوشن طلبا کے لئے بہت ضروری ہوگیا ہے لیکن دیہی علاقوں کے صرف 22.7 فی صد اور شہری علاقوں کے 29.2 فی صد طلبا ہی اس سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۔کم آمدنی کی وجہ سے مسلمان اپنے بچوں کو اچھے اسکولوں میں نہیں بھیج پاتے ۔یہی وجہ ہے کہ دیہی علاقوں کے صرف 2.6 فی صد اور شہری علاقوں کے 10.2 فی صد مسلم طلبا ان اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں جہاں ذریعہ تعلیم انگریزی ہوتی ہے ان کی اکثریت یعنی 97.3 فی صد دیہی علاقوں میں اور تقریبا 90 فی صد شہری علاقوں میں اپنی تعلیم یا تو ہندی یا انگریزی میڈیم سے حاصل کرتے ہیں ۔یہ بات بھی اہمیت رکھتی ہے کہ دیہی علاقوں میں 56.8 فی صد اور شہری علاقوں میں 71.2 فی صد مسلم طلبا ہندی میڈیم اسکول میں پڑھتے ہیں ۔

(۴) یہ حقیقت ہے کہ ان دنوں بہار کے وہ تمام طلبا جن کے والدین تعلیمی اخراجات برداشت کرسکتے ہیں اپنے بچوں کو اپنے بچوں کو ان کی اسکولی تعلیم مکمل ہونے کے بعد ریاست سے باہر بھیج دیتے ہیں ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو قبل ہی باہر چلے جاتے ہیں ۔چونکہ بہار کے مسلمانوں کے اقتصادی حالات بہت کمزور ہیں اس لئے باہر جاکر تعلیم حاصل کرنے والوں کی تعداد کم ہی ہے ۔سروے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر 100 مسلم گھرانوں کے صرف 3.4 فی صد جن کا تعلق دیہی علاقوں سے ہے اور 2.6 فی صد جو شہری علاقے سے آتے ہیں تعلیم کے لئے باہر جاتے ہیں ۔

مسلم فرقہ کی تعلیمی حیثیت کا جائزہ لینے کے لئے حکومت بہار نے 1912 میں محمڈن ایجوکیشن کمیٹی تشکیل دی تھی اس کے بعد 1922 میں بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا قیام عمل میں آیا ۔اس کے پہلے محرک تھے بہار کے پہلے وزیر تعلیم سر فخر الدین اور مدرسہ شمس الہدی کے بانی جسٹس نورالہدی بورڈ کے پہلے چیرمین بنائے گئے جب کہ سکریٹری ڈاکٹر عظیم الدین احمد ۔1947 تک 39 مدرسوں کا بورڈ سے الحاق ہو چکا تھا ۔اس کے بعد

1981 میں بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ ایکٹ منظور ہوا ۔

بورڈ پرائیوٹ مدارس کو رجسٹرڈ کرتا ہے اور اپنے زیر اہتمام ان کے امیدواروں کا امتحان بھی لیتا ہے، مدرسوں کا الحاق کرتا ہے، اساتذہ کی تقرریوں کو منظوری دیتا ہے اور تمام ملحق مدرسوں کے اساتذہ کی تنخواہیں اور بھتے ادا کرتا ہے ۔مختلف سطح پر درسیات اور نصاب کا تعین کرتا ہے ۔ضلع وار مدرسوں کی تعداد اس طرح ہے کشن گنج 241، کٹیہار 176، پورنیہ 132، مدھوبنی 102، ارریہ 87، دربھنگہ 63، بھاگل پور 40، مغربی چمپارن 36، سیتامڑھی رشیوہر 31، مشرقی چمپارن 26، سیوان 24، سہرسہ 17، مظفر پور 16، سمستی پور 14، بیگوسرائے 12، نالندہ 10، گوپال گنج 9، بانکا 9، مدھے پورا 8، روہتاس 7، کھگڑیا 7، اورنگ آباد 6، پٹنہ 5، نوادہ 4، سارن 4، مونگیر 4، ویشالی 3، بھوجپور 3، گیا 3، شیخ پورہ 1 ۔فی الوقت 1118 سرکاری مدارس ہیں، جن میں 1088 لڑکوں کے لئے اور 32 صرف لڑکیوں کے لئے ۔بورڈ نے 1118 مدرسوں کو 5 زمروں میں تقسیم کیا ہے وسطانیہ یعنی پرائمری درجہ کے 936 مدرسے ہیں جب کہ فوقانیہ یعنی سکنڈری درجہ کے 92 مدارس ہیں ۔55 کا تعلق مولوی (انٹرمیڈیٹ) 22 کا تعلق عالم یعنی گریجویٹ درجہ کے مدرسے ہیں جب کہ فاضل یعنی پوسٹ گریجویٹ درجہ کے 13 مدارس ہیں ۔لڑکیوں کے لئے وسطانیہ درجہ کے لئے 28 اور فوقانیہ درجہ کے 4 مدارس ہیں ۔غیر امدادی مدارس کی تعداد 2459 ہے ۔جن میں سے 1883 طلبا کے لئے اور 576 طالبات کے لئے ہیں ۔غیر امدادی والے مدرسے والے زمروں میں وسطانیہ درجہ کے 2393 (طالبات 541) فوقانیہ درجہ 65 اور طالبات کے لئے 35 اور ایک مولوی سطح کا مدرسہ ہے ۔مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے ان غیر امدادی مدرسوں کا امتحان کے مقصد کے تحت ہے تاکہ ان کے امیدوار بورڈ کے تحت منعقد ہونے والے مختلف امتحانات میں شریک ہوسکے ۔

لیکن دیہی علاقوں کے صرف 22.7 فی صد اور شہری علاقوں کے صرف 29.2 فی

صد مسلم طلبا اس سہولت سے فیضیاب ہوتے ہیں، غرض یہ کہ مجموعی طور مسلم طلبا کو اپنے تعلیمی مقاصد کے حصول کے لئے جو سہولتیں میسر ہیں، وہ بہت ہی محدود ہیں۔

کمیٹی نے اقلیتوں کی صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے چند سفارشات کی طرف حکومت کی توجہ مرکوز کرائی جو درج ذیل ہیں:

(۱) اس جائزہ سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جہاں تک تعلیمی سہولتوں مثلاً کتابوں اور سرکاری مالی امداد کا تعلق ہے تو مسلم طلباء کی رسائی ان تک بہت محدود ہے لہذا مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے لئے اس معاملے میں پالیسی سازی کے جو اشارے ہیں وہ یہ ہیں کہ کم از کم پرائمری سطح تک تمام طلباء کو مفت کتابیں فراہم کی جائیں اور ثانوی سطح تک غریب طلبا کو یہ سہولت دی جائے اس کے ساتھ ہی مسلم طلبا کی مالی امداد میں بھی اضافہ کیا جائے۔

(نوٹ: مسلم طلبہ کے لیے مرکزی حکومت کی طرف سے اسکالرشپ کی اسکیم تین سالوں سے جاری ہے۔)

(۲) یہ بات بھی عام تجربہ میں آئی ہے کہ مسلمان اپنے فرقہ کے لوگوں کو تعلیم دینے اور ان کے اندر ماہانہ صلاحیت پیدا کرنے کے لئے جو ادارے قائم کرتے ہیں ان کے الحاق کے معاملے میں، کوئی اعتراض نہیں کا سرٹی فیکٹ جاری کرنے میں اور گرانٹس ان ایڈ کے معاملے میں امتیاز برتا جاتا ہے۔ الحاق گرانٹس اور کوئی اعتراض نہیں سرٹی فیکٹ کے اجراء میں جو طویل تاخیر ہوتی ہے اس سے فرقہ کے ماہرین تعلیم اور خدمت خلق کرنے والوں کے اندر مایوسی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کا خمیازہ پورا فرقہ بھگتتا ہے۔ لہذا اس طرح کے امتیاز کو ختم کرنے کے لئے تمام محکموں کے نام ایک عمومی ہدایت نامہ جاری کیا جانا چاہئے۔ بہتر ہوگا کہ نئے تعلیمی اداروں کے لئے اس معاملے میں وقت کی ایک حد مقرر کردی جائے جس کے اندر تمام انتظامی کارروائیاں پوری کرلی جائیں۔ مزید یہ کہ صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ دوسروں پر بھی اس مقررہ وقت کا اطلاق ہونا چاہئے۔

(۳) موجودہ مسلم طلبا کی ساٹھ فی صد تعداد ہندی میڈیم سے تعلیم حاصل کرتی ہے۔ ان کی ایک بہت معمولی تعداد انگریزی میڈیم والے اسکولوں کو جاتی ہے اور بقیہ چالیس فی صد اردو میڈیم سے پڑھتے ہیں اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ہندی اور انگریزی میڈیم کی تعلیم میں روزگار کے مواقع زیادہ ہیں۔ اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اردو میڈیم کے طلبا پر دوران تعلیم کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے پرائمری سطح اور اس کے بعد اردو میڈیم والے اسکولوں کو بھی وہی سہولتیں دی جائیں جو ہندی میڈیم کے اسکولوں کو دستیاب ہیں تاکہ مسلم والدین اپنے بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں اپنے متبادل کو استعمال کرسکیں اس سلسلے میں یہ سفارش کی جاتی ہے کہ بہار کے تمام مدارس کو بہار ایجوکیشن پروجکٹ کا حصہ بنادیا جائے ریاست میں سروشکچھا ابھیان کی نافذ کرنے والی ایجنسی ہے۔

(۴) مدرسوں کی مالی امداد کا جہاں تک تعلق ہے تو ان کے تین زمرے ہیں ایک زمرے میں تو وہ مداس آتے ہیں جو تسلیم شدہ بھی ہیں اور امداد یافتہ بھی دوسرے وہ مدارس ہیں جو تسلیم شدہ تو ہیں مگر کوئی امداد نہیں پاتے، تیسری قسم کے مدرسے وہ ہیں جو نہ تو تسلیم شدہ ہیں اور نہ ہی ان کو کوئی مدد ملتی ہے۔ پہلے زمرے والے تمام مدرسے جو تسلیم شدہ بھی ہیں اور امداد یافتہ بھی تو وہ سب کے سب لڑکوں کے لئے ہی مخصوص ہیں اس زمرے میں لڑکیوں کے چند ہی مدارس آتے ہیں۔ کیوں کہ وہ زمین کی ملکیت اور عمارت سے متعلق شرائط کو پوری نہیں کرتے، یہ صورت حال افسوس ناک ہے لہذا یہ سفارش کی جاتی ہے کہ لڑکیوں کے لئے مدارس کے تعلق سے مذکورہ شرائط میں کچھ نرمی کی جائے تاکہ وہ مالی امداد کے مستحق ہوسکیں اور مسلم خواتین کے اندر تعلیم کے فروغ کا ذریعہ بن سکیں۔ (۸۰)

(۸۰) خلاصہ بہار ریاستی اقلیتی کمیشن رپورٹ ۲۰۰۶ء۔

تعلیمی صورتحال کے پیش نظر چند مشورے

(۱) مسلمانوں میں تعلیمی اور معاشی عمل کو تیز کرنے اور ترقی دینے کے لیے خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے، اس کے لیے ایسی اسکیم، پروگرام اور اداروں کا قیام عمل میں لانا ہوگا جس سے مسلمانوں کے تمام طبقے فائدہ اٹھا سکیں۔

(۲) مسلمانوں میں صد فیصد تعلیم ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ ان کی آبادیوں میں تعلیمی اداروں کا جال بچھا دیا جائے اور انہیں خصوصی مراعات دے کر تعلیم کی طرف لایا جائے۔

(۳) مدارس اسلامیہ ہماری ثقافت کا لازمی حصہ ہیں اور مسلمانوں میں دینی تعلیم کے فروغ کا بڑا ذریعہ، یہ مدارس اس ملک میں آج سے نہیں ہیں۔ اس کے باوجود ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں۔ مدارس کے اوپر لگائے جانے والے اس طرح کے الزامات لگانے سے پرہیز کیا جائے۔

(۴) دینی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے دینی تعلیم کے نظام کو استوار کرنا اور چھوٹے چھوٹے محلے اور قریوں میں مکاتب و مدارس کو اتنی بڑی تعداد میں ہونا چاہیے تاکہ امت کے تمام بچے اور بچیاں ان سے مستفید ہو سکیں۔

اس کے لیے امت کے تمام طبقوں اور دانشوروں کو کوشش کرنی چاہیے خاص طور پر مساجد کی کمیٹیاں اور متولی اپنی ذمہ داری کا خیال کریں۔

(۵) مدرسہ میں پڑھنے اور وہاں سے فارغ ہونے والے کو دیگر علوم کے لیے یونیورسٹی کے دروازے کھلے رہنے چاہیے تاکہ مدرسہ کی حاصل کی ہوئی صلاحیت سے

مزید وہ کام میں لا سکیں اور سماج کے لیے مزید مفید بن سکیں اس لیے چاہیے کہ دینی مدارس ان یونیورسٹیوں سے فائدہ اٹھائیں جنہوں نے ان مدرسوں کے اسناد کو منظور کر رکھا ہے۔

(۷) اسی طرح اوپن اسکولنگ میں مدرسوں کے طلبہ کے لیے دسویں یا بارہویں جماعت کے امتحانات میں براہ راست شریک ہونے کی اجازت دی گئی ہے اور اس میں کافی آسانیاں رکھی گئی ہیں، اس سے اور اسی طرح کے اس کے ذریعہ چلائے جا رہے مختلف طرح کے ووکیشنل پروگرام سے فائدہ اٹھانے چاہیے۔

(۸) کئی ریاستوں میں مسلمانوں کی مادری زبان اردو ہے، اس لیے اردو زبان کو مکمل فروغ دیا جائے اور اس کے ساتھ جو سوتیلا برتاؤ کیا جاتا ہے اس سے پرہیز کیا جائے۔

(۹) مسلمان چونکہ تعلیمی اور اقتصادی اعتبار سے بہت پیچھے ہیں، اس لیے ان کے علاقوں میں اسکول بڑی تعداد میں کھولے جانے چاہیے اور اہم و معیاری تعلیمی اداروں، اسکول اور کالج میں ان کے داخلے کے لیے خصوصی سہولت کا نظام بنانا چاہیے۔

(۱۰) دینی و عصری و فنی تعلیم کے مرکزی ادارے بہت کم ہیں اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر ضلع میں جہاں تعداد معتد بہ ہے اعلیٰ تعلیم کے لیے ادارے قائم کئے جائیں۔

تعلیم سے متعلق سرکاری اسکیمیں

مرکزی وریاستی حکومتوں کی طرف سے طلبہ وطالبات کی تعلیمی سہولت کے لیے بہت سی اسکیمیں جاری ہیں ان اسکیموں کی معلومات رکھنی اوران سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے ان کے علاہ ملت کے باشعوروباہمت افرادکوبھی چاہیے کہ وہ طلبہ وطالبات کی مالی امدادکریں اورممکن طورپران کی حوصلہ افزائی کریں۔ذیل میں چنداسکیموں کودرج کیاجاتاہے!

پری میٹرک اسکالرشپ پروگرام:

یہ اسکیم مرکزی حکومت کی جانب سے وزارت برائے اقلیتی فلاح وبہبود کے ذریعہ شروع کی گئی ہے،اس اسکیم کے تحت اقلیتی فرقوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ اور طالبات جو درجہ یکم سے نہم تک (Std.I to Std.IX) کسی بھی درجہ میں سرکاری یا غیر سرکاری اسکول میں زیر تعلیم ہیں کو وظیفہ دیا جاتا ہے۔ یہ اسکالرشپ ان طلبہ وطالبات کو دیا جاتا ہے جو اپنے پچھلے امتحان میں کم ازکم پچاس فیصد نمبرات کے ساتھ کامیاب ہوئے ہوں اور ان کے والدین کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ روپئے سے زائد نہ ہو،اس اسکیم سے مسلم،سکھ،جین، بدھسٹ ، عیسائی، پارسی، یہودی مذہب سے تعلق رکھنے والے طلبہ و طالبات فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔اس اسکالرشپ کا تیس فیصد حصہ طالبات کے لیےمخصوص ہوگا،اگر طالبات اتنی تعداد میں موجود نہ ہوں تو طلبہ میں وہ رقم ان کے مارک پرسینٹیز کے مطابق تقسیم کی جائے گی۔اس اسکیم کے تحت طلبہ وطالبات اپنی درخواستیں بہار اسٹیٹ شیعہ وقف بورڈ،فرسٹ فلور، حج بھون،۳۴؍علی امام پتھ، ہارڈنگ روڈ، پٹنہ میں جمع کر

سکتے ہیں ساری ہدایات فارم پر لکھی ہوتی ہیں۔مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں www.momascholarship.org۔یا www.minorityaffairs.org پر، اس اسکیم کے تحت طلبہ و طالبات کو ان کی فیس اور ہاسٹل کے اخراجات کی بنیاد پر وظیفہ دیا جاتا ہے۔()

پوسٹ میٹرک اسکالرشپ پروگرام:

یہ اسکیم مرکزی حکومت کی جانب سے وزارت برائے اقلیتی فلاح وبہبود کے ذریعہ شروع کی گئی ہے،اس اسکیم کے تحت اقلیتی فرقوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ اور طالبات جو میٹرک پاس کر چکے ہوں کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے وظیفہ دیا جاتا ہے۔ یہ اسکالرشپ ہندوستان میں کسی بھی سرکاری، غیر سرکاری، اسکول، کالج، یونیورسٹی میں پڑھنے والے طلبہ وطالبات کو دیا جاتا ہے۔ یہ ان ٹیکنیکل، پروفیشنل اور ووکیشنل کورسوں پر بھی لاگو ہوتا ہے جو نیشنل کانسل کے ذریعہ گیارہویں اور بارہویں کے برابر قرار دئے گئے ہیں۔ یہ اسکالرشپ ان طلبہ وطالبات کو دیا جاتا ہے جو اپنے پچھلے امتحان میں کم ازکم پچاس فیصد نمبرات کے ساتھ کامیاب ہوئے ہوں اور ان کے والدین کی سالانہ آمدنی دو لاکھ روپئے سے زائد نہ ہو،اس اسکیم سے مسلم،سکھ،جین،بدھسٹ،عیسائی، پارسی، یہودی مذہب سے تعلق رکھنے والے طلبہ وطالبات فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔اس اسکالرشپ کا تیس فیصد حصہ طالبات کے لیے مخصوص ہوگا،اگر طالبات اتنی تعداد میں موجود نہ ہوں تو طلبہ میں وہ رقم مارک پرسینٹیز کے مطابق تقسیم کی جائے گی۔اس اسکیم کے تحت طلبہ وطالبات اپنی درخواستیں آن لائن بھی بھر سکتے ہیں اورآف لائن فارم بھرنے کی سہولت بھی موجود ہے آن لائن یا آف لائن فارم بھر کر بہاراسٹیٹ مائنورٹی فائنینشل کارپوریشن لمٹیڈ،فرسٹ فلور، حج بھون،۳۴؍علی امام پتھ، ہارڈنگ روڈ، پٹنہ میں جمع کر سکتی ہیں۔ساری ہدایات فارم پر لکھی ہوتی ہیں۔مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں www.momascholarship.org یا

www.minorityaffairs.org پر،اس اسکیم کے تحت طلبہ وطالبات کوان کی فیس اور ہاسٹل کے اخراجات کی بنیاد پر وظیفہ دیا جاتا ہے۔()

میرٹ کم مینس اسکالرشپ:

یہ اسکالرشپ بھی مرکزی حکومت کی جانب سے اقلیتی فرقوں سے تعلق رکھنے والے ایسے طلبہ کو دیا جاتا ہے جو انجینئرنگ، میڈیکل یا کسی اور ٹیکنیکل یا پروفیشنل کورسز میں داخل ہیں۔ یہ اسکالرشپ میرٹ کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔ اس اسکیم کے تحت ایڈمیشن فیس اور ہاسٹل فیس وغیرہ کی بنیاد پر فی کس =/Rs.30000 دئے جاتے ہیں جس میں سے دس ہزار روپئے طالب علم کے خرچ کے لیے اور بیس ہزار روپئے کالج کی فیس کے لیے۔ کون کون سے کورسز اس اسکالرشپ کے ذیل میں آتے ہیں اس کی فہرست ویب سائٹ پر موجود ہے۔ مزید ساری معلومات کے لیے رابطہ کرسکتے ہیں:

www.minorityaffairs.gov.in پر یا www.momascholarship.org پر۔()

اس اسکالرشپ کے لیے فارم آن لائن بھرنا ضروری ہے، آن لائن فارم بھر کر، اس کا پرنٹ نکال کر، اور ضروری کاغذات اور دستخطوں کے ساتھ بہار اسٹیٹ مائنورٹی فائنینشل کارپوریشن لمٹیڈ، فرسٹ فلور، حج بھون، ۳۴ رعلی امام پتھ، ہارڈنگ روڈ، پٹنہ میں جمع کرسکتے ہیں۔ یہ اسکالرشپ ان طلبہ وطالبات کو دیا جاتا ہے جو ہندوستان میں کسی بھی منظور شدہ تعلیمی ادارہ سے انڈر گریجوئٹ یا پوسٹ گریجوئٹ سطح کی تکنیکی یا پروفیشنل تعلیم حاصل کررہے ہیں اور پچھلے امتحان میں ان کا نمبر پچاس فیصد سے کم نہ ہو نیز ان کا فیملی انکم ڈھائی لاکھ روپئے سالانہ سے زائد نہ ہو۔()

وزیر اعلی تعلیمی قرض اسکیم:

ریاستی حکومت نے بہار کے اقلیتی طلبہ وطالبات کے لیے تعلیمی قرض اسکیم شروع کیا

ہے، اس اسکیم کے تحت فنی و پیشہ ورانہ کورسیز جیسے ITI، ڈپلوما، گریجوئٹ یا پوسٹ گریجوئٹ کورسز میں زیر تعلیم طلبہ وطالبات کے لیے بہت ہی معمولی شرح سود پر قرض فراہم کیا جاتا ہے۔ اس اسکیم کی مزید جانکاری بہار ریاستی مالیاتی کارپوریشن، حج بھون، ہارڈنگ روڈ پٹنہ سے حاصل ہو سکتی ہے، اس شعبہ کا ویب سائٹ ہے www.bsmfc.org قرض کے حصول کے لیے فارم دفتر سے حاصل کرسکتے ہیں یا ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں۔()

مولانا آزاد نیشنل اسکالرشپ برائے طالبات:

اس اسکیم کے تحت اقلیتی فرقوں سے تعلق رکھنے والی لائق طالبات کو اسکالرشپ فراہم کرایا جاتا ہے۔ اس اسکیم کا مقصد ہے کہ اقلیتی فرقے کی ان لڑکیوں میں تعلیم کو فروغ دیا جائے جو مالی پریشانیوں کے سبب اپنی تعلیم کو جاری نہیں رکھ سکتے۔ یہ اسکالرشپ اسکول، کالج کی فیس، کتاب، کاپی، قلم کی خریداری، ٹل اور کھانے وغیرہ کے اوپر ہونے والے اخراجات کے لیے دیا جاتا ہے۔ اس اسکالرشپ کے لیے فارم شعبہ کی ویب سائٹ www.maef.nic.in سے ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے۔ فارم کی فوٹو کاپی کا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، اس اسکالرشپ کے لیے مسلم، سکھ، پارسی، بدھسٹ، جین، عیسائی اور یہودی مذہب سے تعلق رکھنے والی وہی لڑکیاں فارم بھرسکتی ہیں جنہوں نے کسی بھی منظور شدہ سرکاری یا غیر سرکاری اسکول سے میٹرک (Xth) کا امتحان کم از کم ۵۵ فیصد نمبرات سے پاس کیا ہو اور ان کی فیملی انکم سالانہ ایک لاکھ سے زائد نہ ہو۔ یہ اسکالرشپ طالبات کو صرف گیارہویں اور بارہویں کی تعلیم کے لیے دیا جاتا ہے۔ اسکالرشپ کی کل رقم -/12000 روپئے ہے جو دو قسطوں میں دیا جاتا ہے -/6000 روپئے گیارہویں جماعت کے لیے اور -/6000 روپئے بارہویں جماعت کے لیے۔ کسی بھی طرح کی شکایت کے لیے سکریٹری مولانا آزاد ایجوکیشنل فاؤنڈیشن سے سیدھے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔()

وزیراعلیٰ بالیکا پوشاک یوجنا (MBPY):

اس اسکیم کے تحت حکومت بہار کی جانب سے کلاس ششم سے ہشتم (StdVI to STd VIII) کی سبھی لڑکیوں کو ہر سال سات سو روپئے دو جوڑی یونیفارم خریدنے کے لیے دئے جاتے ہیں۔ یہ اسکیم ریاست کے سبھی سرکاری اسکولوں میں نافذ ہے اور اس کا فائدہ سبھی کیٹگریز کی لڑکیوں کو حاصل ہوتا ہے۔()

مکھیہ منتری بالیکا سائکل یوجنا (MBCY):

اس اسکیم کے تحت کلاس نہم میں داخل ہونے والی سبھی لڑکیوں کو مفت میں سائکل مہیا کرائی جاتی ہے۔ یہ اسکیم بھی ریاست کی سبھی سرکاری اسکولوں میں نافذ ہے اور ہر کیٹگریز کی لڑکیاں اس کا فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ اس اسکیم کا مقصد ہے کہ دیہات کی لڑکیاں اور ایسے علاقہ کی لڑکیاں جہاں ہائی اسکولوں کی سہولت نہیں ہے اور آمد و رفت کے ذرائع نہ ہونے کی وجہ سے وہ اسکول جانے سے محروم رہ جاتی ہیں، وہ آسانی کے ساتھ سائکل کے ذریعہ اسکولوں تک پہونچ سکیں۔()

مکھیہ منتری بالک سائکل یوجنا (MBCY):

حکومت بہار کی اس نئی اسکیم کے تحت کلاس نہم میں داخل ہونے والے سبھی لڑکوں کو بھی اب مفت میں سائکل مہیا کرائی جارہی ہے۔ یہ اسکیم بھی ریاست کی سبھی سرکاری اسکولوں میں نافذ ہے اور ہر کیٹگریز کے لڑکے اس کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔()

اقلیتی فرقے کے طلبہ کے لیے مفت کوچنگ اسکیم:

اس اسکیم کے ذریعہ اقلیتی فرقے سے تعلق رکھنے والے طلبہ کو مفت میں تکنیکی اور پیشہ ورانہ کورسز میں داخلہ کے لیے مفت کوچنگ کی سہولت دی جاتی ہے۔ اس اسکیم کے تحت اقلیتی فرقے سے تعلق رکھنے والے طلبہ کو مختلف اہلیتی امتحانوں جیسے، میڈیکل، انجینیرنگ، پولیس، فورس، آرمی، ریلوے، بینک، بیمہ کمپنی وغیرہ کی بھی تیاری مفت میں

کرائے جانے کی سہولے موجود ہے۔()

اقلیتی فرقے کے طلبہ کے لیے مولانا آزاد نیشنل فیلوشپ:

اس فیلوشپ کا مقصد ہے کہ اقلیتی فرقے سے تعلق رکھنے والے ایسے طلبہ کی مدد کرنا جو ایم فل یا پی ایچ ڈی کرنا چاہتے ہیں، یہ فیلوشپ یو جی سی سے منظور شدہ سبھی یونیورسٹیوں سے ایم فل یا پی ایچ ڈی کرنے والے اہل امیدواروں کو دی جاتی ہے، یہ فیلوشپ مرکزی حکومت کی وزارت برائے اقلیتی امور کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ یہ فیلو شپ پانچ سالوں تک دی جاتی ہے۔ اس فیلوشپ کو پانے کے حقدار وہ طلبہ ہونگے:

(۱) جو کسی بھی منظور شدہ یونیورسٹی سے ایم فل یا پی ایچ ڈی کر رہے ہوں، یا کسی سائنسی ادارہ سے تحقیق و ریسرچ کا کام کر رہے ہوں۔ (۲) جو کسی بھی اقلیتی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ مزید معلومات کے لیے بہار اسٹیٹ مائنورٹی فائنشل کارپوریشن لمٹیڈ سے رابطہ کر سکتے ہیں یا مندرجہ ذیل ویب سائٹ کے ذریعہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔www.minorityaffairs.gov.in()

اقلیتی فرقے کے طلبہ کے لیے وزیراعلیٰ حوصلہ افزائی وظیفہ:

اس اسکیم کے تحت اقلیتی فرقے سے تعلق رکھنے والے ایسے طلبہ و طالبات کو فی کس 10000/- روپئے دئے جاتے ہیں جنہوں نے میٹرک کے امتحان میں فرسٹ ڈیویزن سے کامیابی حاصل کی ہو اور آگے کی پڑھائی جاری رکھے ہوئے ہوں۔ اس وظیفہ کے لیے کسی درخواست کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ بہار اسٹیٹ اگزامنیشن بورڈ سے فرسٹ ڈیویزن سے کامیاب ہونے والے طلبہ و طالبات کی فہرست حاصل کر کے ان ے درمیان چیک کے ذریعہ ڈی ایم یا ضلع کلیان ادھیکاری کی معرفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ مزید معلومات کے لیے رابطہ کر سکتے ہیں:

Deputy Secretary Minority Welfare department۔Barack No-6 Old Secretariat, Patna۔

اقلیتی فرقے کے طلبہ وطالبات کے لیے ہاسٹل تعمیر اسکیم:

اقلیتی فرقے خاص طور سے مسلمان تعلیم کے میدان میں کافی پیچھے ہیں، لہٰذا سرکار نے ان فرقوں کے اندر سے تعلیمی پسماندگی دور کرنے کے لیے کئی اہم اسکیمیں چلائی ہیں ان میں سے اقلیتی فرقوں کے طلبہ وطالبات کے لیے ہر ضلع کے ہیڈ کوارٹر میں سرکاری خرچے سے ایک سو بیڈ کے ہاسٹل کی تعمیر کا منصوبہ بھی ہے جو لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے علاحدہ علاحدہ تعمیر کی جاتا ہے۔اس اسکیم کے تحت پٹنہ، بیگوسرائے ، مدھوبنی، دربھنگہ، روہتاس، مدھے پورہ، بھاگل پور، جہان آباد، کھگڑیا، کٹیہار، سیوان، گیا، بھوجپور، مونگیر، ویشالی، سارن، سوپول، مشرقی چمپارن، کیمور، کشن گنج وغیرہ ضلعوں میں ہاسٹل کی تعمیر ہو کی ہے اور وہ کامیابی کے ساتھ چلائے جارہے ہیں۔ جبکہ نالندہ، نوادہ وغیرہ ضلعوں میں تعمیر کا کام جاری ہے، بقیہ ضلعوں میں بھی جلد ہی یہ کام شروع کرنے کا منصوبہ ہے۔ان ہاسٹلوں میں اقلیتی فرقے سے تعلق رکھنے والے طلبہ وطالبات کو ہی رہائش کی سہولت مل سکتی ہے۔مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں:

Deputy Secretary Minority Welfare department, Barack No-6 Old Secretariat, Patna.

کستور با گاندھی بالیکا ودیالیہ یوجنا (KGBV):

حکومت ہند نے اس نئی اسکیم کے تحت تعلیمی لحاظ سے پسماندہ علاقوں میں اقلیتی طبقہ، ایس سی، ایس ٹی اور او بی سی سے جن کا تعلق ہے ایسی لڑکیوں کے لیے بنیادی سطح کے ۷۵۰ اسکول قائم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ان اسکولوں میں رہائش اور طعام کی سہولیات دستیاب رہیں گی۔اس اسکیم کا مقصد ہے کہ ایسی پسماندہ آبادی کی طرف توجہ دی جائے جہاں لڑکیوں کی شرح تعلیم دوسری جگہوں کے مقابلہ میں کافی کم ہے اور جہاں کثیر تعداد میں لڑکیاں تعلیم سے محروم رہتی ہیں۔اس اسکیم کے ذریعہ اقلیتی فرقوں اور پسماندہ طبقات کی لڑکیوں کے درمیان شرح تعلیم میں اضافہ ہوگا۔ان اسکولوں میں ۷۵ فیصد سیٹیں ایس سی، ایس ٹی یا او بی

سی سے تعلق رنے والی لڑکیوں کے لیے مخصوص ہوں گی اور بقیہ ۲۵ فیصد سیٹوں پر دیگر غریبی کی سطح سے نیچے زندگی گذارنے والی لڑکیوں کا داخلہ ہوگا۔()

مڈڈے میل یوجنا:

مرکزی حکومت کی اس اسکیم کے تحت درجہ ابتدائی سے پنجم تک پڑھنے والے طلبہ کو دو پہر کا کھانا دیا جاتا ہے۔ یہ اسکیم سبھی سرکاری اسکولوں اور تعلیمی اداروں پر لاگو ہے۔اس اسکیم کے تحت انڈین فوڈ کارپوریشن کی جانب سے ہر بچے کو ۱۰۰ گرام اناج کی در سے اناج مہیا کرایا جاتا ہے ان جگہوں پر جہاں پر کھانا پکا کر بچوں کو کھلایا جاتا ہے اور جہاں پر کچا اناج دیا جاتا ہے وہاں فی بچہ ۳ کیلو ہر مہینہ کچا اناج دیا جاتا ہے۔اس اسکیم کا مقصد ہے کہ سماج کے پسماندہ طبقات اور غریب بچوں کو پابندی کے ساتھ اسکول آنے کے لیے ابھارا جائے۔()

سیمینار، کانفرنس، یا ورک شاپ منعقد کرنے کے لیے مالی مدد کی اسکیم:

اردو زبان سے متعلق زبان و ادب، تہذیب و ثقافت اور تہذیبی وراثتوں جیسے موضوعات پر سیمینار، کانفرنس، یا ورک شاپ منعقد کرنے کے لیے غیر سرکاری رجسٹرڈ اداروں کو مالی مدد فراہم کی جاتی ہے۔جو مندرجہ ذیل ہے۔مقامی یا ضلعی سطح کا سیمینار/ ورک شاپ: - / 2 5 0 0 0 روپئے۔ریاستی سطح کا سیمینار/ ورک شاپ:-/50000 روپئے۔نیشنل سیمینار/ ورک شاپ:-/100000 روپئے۔بین الاقوامی سیمینار/ ورک شاپ:-/300000 روپئے۔اس اسکیم کے تحت مندرجہ ذیل مدات کے اخراجات کو شامل کیا جاتا ہے۔(۱) جگہ کا کرایہ (۲) شرکاء کے سکنڈ کلاس اے سی کرایہ اور ان کے سفر کے اخراجات (۳) ایک ہزار روپئے فی پیپر کے حساب سے دانشوروں کا معاوضہ (۴) انتظامات پر ہونے والے اخراجات۔

اس اسکیم کا فائدہ اٹھانے کے لیے وہ سبھی غیر سرکاری تنظیمیں، سوسائٹیز اور فلاحی و رفاہی ادارے درخواست دے سکتے ہیں جو پچھلے تین سالوں سے رجسٹرڈ ہوں۔()